احیاءِ مقدسات

مولف ، عبد العظیم المہتدی البحرانی

مترجم ، نثار احمد زین پوری

No.......... Date......
Section ..... Status........
D. Class.......
NAJAFI BOOK LIBRARY

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welfare Trust
Shop No. 11 M.L Heights,
Mirza Kaleej Baig Road,
Soldier Bazar Karachi-74400, Pakistan

احیاءِ مقدسات

No. 15172 Date 6/1/11
Section متفرق اسلامی Status........
D. Class.......
NAJAFI BOOK LIBRARY

مولف عبد العظیم المہتدی البحرانی

مترجم ، نثار احمد زین پوری

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

انصاریان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷۔۳۷۱۸۵
قم جمہوری اسلامی ایران
ٹیلی فون نمبر ۷۴۴۷۴۱۷

نام کتاب ــــــــــــــ احیائے مقدسات
مولف ــــــــــــــ عبد العظیم المہتدی البحرانی
مترجم ــــــــــــــ نثار احمد زین پوری
ناشر ــــــــــــــ انصاریان پبلیکیشنز۔ قم
کتابت ــــــــــــــ سید قیصر عباس
تعداد ــــــــــــــ ۲۰۰۰
مطبع ــــــــــــــ صدر
طبع اول ــــــــــــــ سنہ ۱۹۹۹ء ۔ سنہ ۱۴۲۰ھ

شابک ۷-۰۵۱-۴۳۸-۹۶۴ ISBN 964-438-051-7

فہرست

نمبر شمارہ		ص
۱	صلح وسلامتی	۹
۲	کیا آپ کے پاس ن کا قصہ آیا ہے؟	۱۵
۳	امن اور روحانی سکون سے کیا مراد ہے	۱۸
۴	دین کا تقدس اور عقیدہ کی آزادی	۲۱
۵	اخلاق کے ساتھ گفتگو شدت...	۲۶
۶	رشد وفکر کی راہ	۳۷
۷	زیر نظر کتاب	۴۲
۸	مقدمہ اور عنوان	۴۷
۹	اصل عمل ہے	۵۰
۱۰	معجزہ یعنی چہ	۵۶
۱۱	سیرت سے ہدایت	۶۲
۱۲	معجزہ کسی چیز کا بدل نہیں ہو سکتا	۷۲
۱۳	جب خدا کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے	۷۶

ACC No. 15172 Date 6/1/11
Section ... Status ...
D.D. Class ...
NAJAFI BOOK LIBRARY

		ص
۱۴	مومنو! ہم سے کس چیز کا مطالبہ ...	۸۱
۱۵	فراموش شدہ مقدسات	۸۵
۱۶	امت کجروی اور انحراف میں ...	۹۵
۱۷	امویوں کا دور	۹۷
۱۸	عباسیوں کا دور	۱۰۳
۱۹	عثمانیوں کا دور	۱۰۵
۲۰	بعض غافل لوگوں کا دور	۱۰۸
۲۱	گمراہوں کا دور	۱۱۰
۲۲	انبیاء اور اوصیاء کی شخصیت ...	۱۱۴
۲۳	خاص استثناء	۱۲۰
۲۴	مومنوں کی زندگی میں آسمانی مدد	۱۲۲
۲۵	مرثیہ	۱۲۶
۲۶	دعائے خاتمہ	۱۳۸
۲۷	اے مسلمانو!	۱۴۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ انہیں یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ یہ کہدیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا جبکہ ہم نے ان سے پہلے والے لوگوں کو بھی آزمایا ہے، بیشک خدا یہ جاننا چاہتا ہے کہ سچے لوگ کون ہیں، اور کون جھوٹے ہیں۔ یا برائی کرنے والوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ وہ ہم سے آگے بڑھ جائیں گے، وہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ خدا کا وعدہ پورا ہوگا اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے اور جس شخص نے جہاد کیا ہے اس نے اپنے ہی لئے جہاد کیا ہے بیشک خدا عالمین سے بے نیاز ہے اور جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک اعمال انجام دیئے ہم ضرور ان کی برائیوں کو محو کر دیں گے اور انہیں ان کے عمل سے بھی بہتر اجر دیں گے۔ اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو کہتا ہے ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں لیکن جب راہ خدا میں اسے کچھ تکلیف پہونچتی ہے۔ تو لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیتا ہے۔

اور اگر تمہارے رب کی طرف سے مدد آجائے تو وہ کہتا ہے
ہم تو آپ کے ساتھ ہیں کیا اللہ اس سے واقف نہیں ہے
جو دنیا والوں کے سینوں میں ہے۔ بیشک اللہ ان لوگوں کو
بھی جانتا ہے جو ایمان لائے اور منافقین سے بھی واقف
ہے۔

اھداء

اسلامی مقدسات

روحانی امن وسکون

اور انسانی اقدار

خصوصاً ان میں سے

فراموش شدہ کو

اہمیت دینے والوں کے نام

عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا آپ کے پاس امن کا قصہ آیا ہے

اور روحانی سکون سے کیا مراد ہے؟

دین کا تقدس اور عقیدہ کی آزادی

اخلاق کے دائرہ میں گفتگو شدت پسندی نہیں

عقل و ہدایت کے طریقوں پر

یہ کتاب ؟

رحمت و مہربانی

اللہ کی اولین صفت ، کہ جس سے وہ اپنی کتاب حکیم کی ابتدا کرتا ہے ، وہ " رحمت " ، (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) ہے اور دعا میں ہے اے وہ ذات جس کی رحمت اس کے غضب سے آگے ہے یقینا اس نے اپنے رسول محمد بن عبداللہ کو شریعت سہلہ۔ آسان شریعت ۔ کے ساتھ بھیجا اور اور آپ کی شان میں فرمایا : وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین[1] ، ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔

(واذا جاءک الذین یومنون بآیتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ[2]) اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لے آئے ہیں تو ان سے کہئے سلام ہو تم پر ، تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت کو واجب قرار دیا ہے ۔

اسلامی احکام و دستورات میں رحمت کا بہترین مرقع نظر آتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ رحمت ہی شریعت محمدیہ کے مقاصد کی روح ہے ۔ شریعت محمدی کا ہر حکم اپنے اتباع کرنے والے کے لئے رحمت کو وجود

[1] سورۂ انبیاء : ۱۰۷ [2] سورۂ انعام : ۵۴

میں لاتا ہے بلکہ اس کے دشمنوں چوپایوں، حشرات الارض، نباتات، جمادات، پہاڑ کی بلندی سے لیکر سمندروں کی گہرائیوں، اور ہواؤں و صحراؤں میں رہنے والوں تک کے لئے باعث رحمت ہے۔ یہ سب اسلامی رحمت کے معنی ہیں اور اس کی ایک شق عالمی امن ایٹمی اسلحہ سازی کی ممانعت ہے یہانتک اس نے حفظان صحت پر بھی زور دیا ہے اور معصوم بچوں کو طمانچہ مارنے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ـ ۳۳۴ ـ جگہوں پر لفظ رحمت اور اس کے متعدد مشتقات استعمال ہوئے ہیں، ایک آیت میں آپسی تعلقات کے سلسلہ میں رحمت کو مومنین کی صفت قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے (رحماء بینھم[1]) جب تک وہ خالق پر ایمان رکھیں گے اس وقت تک وہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے نرم دل رہیں گے کیونکہ خالق اپنی مخلوق کے لئے ارحم الراحمین ہے۔

وہ ,, رحمان ،، ہے اسلئے کہ اس کی رحمت دنیا میں بلا استثناء مومن و کافر دونوں تک پہونچتی ہے اور وہ ,, رحیم ،، ہے اس لحاظ سے کہ آخرت میں اس کی رحمت صرف مومنوں کے شامل حال ہوگی کیونکہ کافروں کا آخرت پر ایمان ہی نہیں تھا اور نہ انہوں نے سے اہمیت دی تھی۔

---

[1] فتح: ۲۹۔

احادیث میں لفظ "رحمت" قرآن سے بھی زیادہ استعمال ہوا ہے

رسولؐ کا ارشاد ہے: الراحمون یرحمھم الرحمٰن یوم القیامۃ. ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء [1]

رحم کرنے والوں پر خدا قیامت کے دن رحم کرے گا۔

تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

حضرت علیؑ سے منقول ہے: مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو اپنے سے بڑے سے رحم کی توقع رکھتا ہے اور اپنے سے چھوٹے پر رحم نہیں کرتا ہے۔ نیز فرمایا: رحمت کو اپنی طرف کھینچنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل میں سب کیلئے رحم کا خانہ رکھتا ہو۔

نیز فرمایا: من رحم ولو ذبیحۃ عصفور رحمہ اللہ یوم القیامۃ [2] اگر کوئی شخص بسمل چڑیا پر بھی رحم کریگا تو روز قیامت خدا اسپر رحم کریگا، پھر ارشاد فرمایا: خاب عبد و خسر لم یجعل اللہ تعالیٰ فی قلبہ رحمۃ للبشر [3] نقصان اور گھاٹے میں رہا وہ بندہ جس کے قلب میں خدا نے بشر کے لئے رحمت قرار نہیں دیا۔

ایک شخص نے رسولؐ سے عرض کی: میں چاہتا ہوں کہ میرا پروردگار مجھ پر رحم کرے آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: تم اپنے اوپر رحم کرو اور اللہ کی خلقت پر رحم کرو اللہ تم پر رحم کرے گا۔

---

[1] میزان الحکمۃ ص ۱۸۸ سے ۱۷ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"السلام" اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ھو اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز [1]

وہ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ بادشاہ ہے پاکیزہ ہے سلامتی عطا کرنے والا ہے امان دینے والا ہے، نگرانی کرنے والا ہے اور صاحبِ عزت ہے۔

سلام جنت والوں کا تحفہ ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے "تحیتھم فیھا سلام[2]" جنت میں ان کا تحفہ سلام ہو گا۔

قرآن مجید میں ۔ ۴۲ ۔ آیات میں صرف سلام استعمال ہوا ہے مشتقات معلوم نہیں کتنی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔

اسلئے ہمیں یہ جاننا چاہیئے کہ سلام کو اس وقت کا شعار کیوں بنایا گیا ہے کہ جب ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرتا ہے اور اس بات کا بھی سراغ لگائیں کہ جس کو سلام کیا گیا ہے اس پر سلام کا جواب دینا

---

1 حشر آیت ۲۳۔ 2 یونس ۱۰۔

کیوں واجب ہے اور سلام کرنے والے کا اجر و ثواب کیوں زیادہ ہے۔

حدیث میں رسولؐ سے منقول ہے: کیا میں تمہیں اہل دنیا اور آخرت والوں کے بہترین اخلاق سے آگاہ نہ کروں؟ عرض کی: یا رسول اللہ ضرور کیجئے۔

فرمایا: دنیا میں سلام کیا کرو[1]۔

اسلام کا اعتقادی مفہوم ہی یہ ہے کہ خدا کے ارادہ کے سامنے سراپا تسلیم ہو جاؤ اسکی نسبت حضرت علیؑ کی طرف دی گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا مفہوم سلام سے مخلوط ہے۔ کیونکہ اسلام کے بھیجنے کا مقصد ہی سلام۔ امن۔ ہے اور یہی اس کے دستورات کی روح ہے۔ مثلاً نماز جو دین کا ستون ہے۔ اگر قبول ہو گئی تو دیگر اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر نماز رد کر دی گئی تو سارے اعمال رد کر دیئے جائیں گے۔ سلام کے بغیر باطل ہے

لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ اپنے تعلقات کی بنیاد سلام پر رکھی جا۔ اور اسلام کی ثقافت و تہذیب اختیار کریں، قرآن مجید کی آواز پر لبیک کہنے سے چشم پوشی نہ کریں کہ وہ فرماتا ہے: یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا

---

[1] بحار الانوار ج ۶، ص ۱۲۔

فی السّلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطان انّہ لکم عدو مبین

ایمان لانے والو! سب کے سب اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

کیا آپ کے پاس امن کا قصہ آیا ہے؟

حیات انسانی اور اس سے متعلق امور کا تحفظ آسمانی مذاہب کا اصلی مقصد ہے۔ اسی کے گردان کی قسمیں طواف کرتی ہیں، اسی کے لئے انہوں نے قربانیاں دی ہیں۔ لھذا آج کی حکومتوں کے دستورات وقوانین کی بنیاد امن ہی پر استوار ہوتی ہے اور دنیا میں حقوق بشر کی تنظیمیں اسی کا نعرہ لگاتی ہیں۔

بلکہ جو ممالک ممنوع اسلحہ بنانے اور فروخت کرنے میں آگے ہیں وہ بھی اپنی لاش کو، امن کے نعرہ میں چھپاتے ہیں اور منافقانہ طور پر عالمی امن کا شور مچاتے ہیں۔ یہ قوموں کی زندگی میں امن کی ضرورت کا اعتراف ہی تو ہے امن ہی ہمیشہ اول وآخر مقصد رہا ہے، کیونکہ امن ہی کے سایہ میں انسان پھولتا پھلتا اور معاشرے ارتقا ء وبھلائی کا لطف اٹھاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ امن ایسی اولی اور حیاتی ضرورت ہے جس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے یہاں تک ادیان اور عقلاء نے ان شرپسند لوگوں کی ناک رگڑنے کے لئے مسلح اور بقاعدہ جنگ کی اجازت دی ہے جن سے امن و سلامتی کو خطرہ رہتا ہے۔

جب حضرت ابراہیمؑ کو مشرکوں نے دھمکی دی تو اسوقت آپ نے جو کہا تھا اسے قرآن مجید نے اس طرح نقل کیا ہے:

وکیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ ما لم ینزل بہ علیکم سلطانا فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون، الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون [1]

اور میں تمہارے خداؤں سے کیسے ڈر سکتا ہوں جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے ہو کہ تم نے انکو خدا کا شریک بنا رکھا ہے جسکے بارے میں خدا کی طرف سے کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی ہے تو اب فریقین میں سے کون زیادہ امن و سکون کا مستحق ہے اگر تم جاننے والے ہو تو..

---

[1] سورۂ انعام: ۸۱-۸۲۔

بتاؤ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا وہی امن وسلامتی کے مستحق ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

پس حقیقی امن وسلامتی سے دفاع کرنا صلح پسند انسان کا اخلاقی حق ہے، اسلام میں امن مانع نہیں ہے، رسولؐ کا ارشاد ہے مسلمان بھائی بھائی ہیں ان کا خون برابر ہے۔ ان میں سے اگر کم حیثیت کا مالک کسی کو امان دیدے تو سب پر واجب ہے کہ اس کا پاس ولحاظ کریں اور دوسرے کے مقابلہ میں وہ ایک ہیں۔

امام جعفر صادقؑ سے "دیدمتهم" کے معنی دریافت کئے گئے تو آپؑ نے فرمایا اگر مسلمانوں کا لشکر کسی مشرک قوم کا محاصرہ کرلے اور اس قوم کا کوئی آدمی یہ کہے کہ مجھے امان دیدو تاکہ میں تمہارے سردار سے ملاقات کرلوں تو مسلمانوں میں سے چھوٹے سے چھوٹا آدمی اسے امان دے سکتا ہے اور انکے بڑوں پر واجب ہے اسکی دی ہوئی امان کا لحاظ کریں۔

اسی طرح اسلام، دشمنی اور کینہ توزی کی ابتدا نہیں کرتا ہے وہ امن وامان کو پسند کرتا ہے تبادلۂ خیال کو دوست رکھتا ہے غور کرنے اور پرانی باتوں سے چشم پوشی کو اہمیت دیتا ہے۔ پس اسلام کی بنیاد صلح وسلامتی ہے اور ایمان کی اساس سب کیلئے ۔ سوائے جنگجو لوگوں کے ۔ امن وامان ہے۔

امن اور روحانی سکون سے کیا مراد ہے

روحی امن کیا ہے ؟

روحی امن یہ ہے کہ انسان جب بھی اور جہاں بھی اپنے خالق سے راز و نیاز کرنا چاہے اور یہ جاننا چاہے کہ وہ کہاں سے آیا ہے ، کہاں آیا ہے اور اسکی بازگشت کہاں ہوگی تو اسے قلبی اطمینان حاصل ہونا چاہیے ، کیا ایسی عظیم ضرورت انسان کی حیات میں ایسی فضا نہیں چاہتی کہ جس میں اس کا قلب حضور پیدا کرے اور اس کے دل و دماغ میں ایسی چیز نہ آئے جو اس تمرکز سے اسکے سکون کو سلب کر لے۔

تاریخ میں کتنے ہی سرکش اور گنہ گاروں نے اسوقت خدا کی بارگاہ میں توبہ کی اور اپنی گذشتہ عمر میں جو کوتاہیاں ہوئی تھیں ان کی تلافی کی ، جب انہیں تنہائی میں بیٹھ کر سوچنے کا موقعہ ملا ، اور اپنی ذات پر تنقید کرنے اور اپنے اعمال کے حساب کا موقعہ ملا ۔

امن کی جگہوں پر کتنے ہی لوگوں کے تقرب الی اللہ میں اضافہ ہوا ہے اوراب وہ خدا کی بہترین عبادت کرتے ہیں، معاشرے والوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں ان کی وجہ سے نیکی اور بھلائی پھیل گئی ہے۔

تاریخ میں فطرتِ ایمانی بشر کو۔ جیساکہ آثارقدیمہ کے ماہرین نے ثابت کیا ہے۔ عبادت کے لئے خاص عمارت بنانے اورغیب سے روحی ارتباط رکھنے پر ابھارتی رہی ہے۔ چنانچہ مشہور مورخ ''بلوتارک،، لکھتا ہے ممکن ہے کہ ہمیں ایسے شہر مل جائیں جن میں نہ بادشاہ ہوں نہ ثروت ہو نہ آداب ورسوم ہوں لیکن آج تک ہرگز کوئی شہر نہیں دیکھا گیا کہ جس میں عبادت گاہ نہ ہو یا جس کے باشندے عبادت نہ کرتے ہوں [1]

یہاں تک کہ جو خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں، سختی کے وقت فطرت ان کو بھی اس سرچشمہ کی طرف متوجہ کردیتی ہے جس میں خدائے تعالیٰ پر ایمان کا جذبہ ہوتا ہے۔

اسی لئے اسلام نے مسجدوں، عبادت گاہوں اور دُعا کرنے کی جگہوں، ان میں سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں واقع مسجد الحرام کے خاص احکام بنائے

---

[1] معالم التوحید فی القرآن ص ۶۰۔

ہیں، خدا فرماتا ہے :

وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا [1]

جو اس میں داخل ہوا محفوظ رہا ، کیونکہ اس میں ہر قسم کا خون بہانا حرام ہے ، انسان کا خون ہو ، خواہ حیوان کا ، یہاں تک کہ مچھر کا خون بہانا بھی حرام ہے ۔

عرب کے وہ جاہل جو بد ترین رزیلتوں ، سنگدلی اور اکھڑ پن سے پہچانے جاتے ہوں وہ بھی سال میں چار ماہ جنگ بند رکھتے تھے ، اسلام آیا تو اس نے حرمت والے مہینوں کو سراہا ، اور ان مہینوں کے لئے کچھ عبادی اعمال مقرر کئے تاکہ روحی امن کے اسباب محکم اور طمانیت کی فضا عام ہو جائے اور عقل و ضمیر سے کام لینے کا زیادہ موقع فراہم ہو سکے ، آپ اس روحی امن کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ حکومتوں کے معاہدوں میں ان اماکن اور عتبات مقدسہ پر حملہ کرنے کو ۔ جنگ کے زمانہ میں بھی ۔ غلط سمجھا جاتا تھا ۔

---

[1] آل عمران : ۹۷ ۔

دین کا تقدس اور عقیدہ کی آزادی

گذشتہ بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ دین کا تقدس بدیہی ہے ، اس پر سارے برحق و باطل ادیان متفق ہیں یہی وجہ ہے کہ بتوں کی پوجا کرنے والے بھی اس شخص کو قتل کر دیتے ہیں جو ان کے بتوں کو برا کہتا ہے یا ان کے اعتقادات پر سب و شتم کرتا ہے ، اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دین اپنے ماننے والوں کے دلوں میں محترم و مقدس ہے لھذا اسلام نے اس حقیقت کو قبول کیا اور اپنے ماننے والوں سے کہا :

ولا تسبّوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوًا بغیر علم کذالک زیّنا لکل امۃ عملھم ثم الی ربھم مرجعھم فینبئھم بما کانوا یعملون [1]

---

[1] انعام : ۱۰۸ ۔

اور تم لوگ ان لوگوں کو برا نہ کہو جو خدا کو چھوڑ کر دوسروں
کو پکارتے ہیں کہ یہ دشمنی میں سمجھے بوجھے بغیر خدا کو برا
کہیں گے، ہم نے اس طرح ہر قوم کے لئے اس کے عمل کو
آراستہ کر دیا ہے۔ اس کے بعد سب کی بازگشت ان
کے پروردگار ہی کی طرف ہو گی اور وہ انہیں ان کے اعمال
سے باخبر کریگا۔

مذکورہ آیت سے واضح طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام میں مشرکین کو بھی برا کہنا صحیح نہیں ہے تو پھر خود مسلمانوں کے آپسی فرقوں گروہوں کو کیونکر برا کہا جا سکتا ہے۔

اسی طرح آیت سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ دنیا ہی میں مخالف وخصم کی جڑ کٹ جانا ضروری نہیں ہے بلکہ دین کے ماننے والوں پر اس کی ذمہ داری بھی نہیں ہے بلکہ یہ روزِ آخرت پر موقوف ہے، جب تمام بندوں کی خدا کی طرف بازگشت ہو گی تو وہ انہیں باخبر کرے گا کہ انہوں نے کیا، کیا ہے۔ پس منحرف لوگ اس وقت تک آزاد و محترم ہیں جب تک کہ وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں اور دوسروں پر ظلم نہ کریں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ دین اور عقیدہ قلبی وروحی کیفیت وحالت

کا نام ہے اسے اطمینان و اختیار کے ساتھ قبول کیا جا سکتا ہے جبر و زبردستی کے ساتھ نہیں، پس جن دلیلوں، حجتوں اور ان کے اسلوبِ بیان پر مخالف لوگ یقین رکھتے تھے انہیں کے پیش نظر اسلام نے کہا تھا۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی، دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے،

اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ خدا نے انسان کو عزت دی ہے اس کے ارادہ کا احترام کیا ہے، اس کی فکر اور شعور کا لحاظ رکھا ہے اور ہدایت و گمراہی کا اختیار اسی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ انسانی آزادی کے خصائص کا لب ولباب ہے۔ بیشک عقیدہ کی آزادی انسان کا وہ اولین حق ہے جو اس کے لئے "وصف" ثابت ہوتا ہے چنانچہ جو چیز اس سے اس کے عقیدہ کی آزادی چھینتی ہے وہ اس کی انسانیت بھی سلب کرتی ہے، اور پھر اس کی سلامتی بھی ختم ہو جاتی ہے۔

اسلام ۔ جو کہ وجود و حیات کا بلند ترین تصور ہے اور معاشرۂ انسانی کے لئے سیدھا راستہ ہے ۔ انسان کو آزاد اور مختار موجود سمجھتا ہے ”انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرًا و اما کفورًا“ [1] یقیناً ہم نے اسے راستہ بتا دیا ہے چاہے وہ شکر گذار بن جائے چاہے وہ کفر اختیار کرلے۔

---

[1] سورۂ انسان : ۲۔

ولو شاء ربك لآمن من فی الارض کلھم جمیعا، افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین [1] فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر [2]

اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو روئے زمین پر بسنے والے سب ایمان لے آتے، کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے کہ ایمان لے آئیں۔ جو چاہے مومن بن جائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔

یہاں سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام لوگوں کو ان کے دین یا اعتقاد کی بنا پر کچلنے سے منع کرتا ہے بلکہ وہ اپنے پیرودں کو اخلاق میں اور دوسروں کے ساتھ پیش آنے میں سلسلہ میں مثل، اعلیٰ - بلند ترین نمونہ بننے کی تاکید کرتا ہے تا کہ ان کے اعمال اسلام کے خلاف نہ ہوں۔ اور نتیجہ میں لوگ ان سے اسلام سے متنفر ہو جائیں بس اگر قرآن مجید میں ایسی آیت ملے کہ جو مسلمانوں کو غیر محارب کفار کے ساتھ احسان کرنے کی ترغیب دلاتی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ارشاد ہے:

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین

---

[1] یونس: ۹۹ [2] کہف: ۲۹۔

و لم یخرجوکم عن دیارکم ان تبروھم و

تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین !

خدا تمہیں ان لوگوں کے بارے میں ، کہ جنہوں نے دین کے سلسلہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے وطن سے نہیں نکالا ہے ، اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرو ، بیشک خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔

پھر جب مسلمان کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنے سیدھے دین کی طرف دعوت دے اور دوسروں کی رایوں میں غور کرے تو اس پر بھی واجب ہے کہ اس سلسلہ میں ایسا طریقہ اختیار کرے کہ جس سے مدمقابل کے دل کو ٹھیس نہ لگے ۔

اسلام نے اپنے پیروں کو دوسروں کا احترام کرنے کا سلیقہ سکھایا ہے اور اس ہنج پر ان کی تربیت کی ہے چنانچہ رسول ؐ کا ارشاد ہے : جان لو کہ جس شخص نے اسیر ظلم کیا جس سے پیمان کیا تھا یا پیمان شکنی کی یا اسیر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری عائد کی یا اسکی مرضی کے خلاف اس سے کوئی چیز لی تو روز قیامت میں اس سے لڑوں گا ۔

! التعدیہ والحریہ فی الاسلام ص ۲۸ و ۴۸ ۔ مولفہ شیخ صفار ۔

اخلاق کیساتھ گفتگو شدت پسندی اور دہشت گردی نہیں ہے

راہ خدا کی طرف دعوت دینے کو بھی خدا صرف متقین ہی سے قبول کرتا ہے ، سنگدلی ، دہشت گردی ، جھوٹ گڑھنا ، فحش کلامی وخونریزی اور انسانیت کی ذاتی حیثیت پر حملہ کرنا تقویٰ نہیں ہے . بلکہ تقویٰ وورع دل میں خوف خدا کا ہونا اور اعضاء وجوارح کا اخلاق خدا سے متصف ہونا ہے ۔

اللہ فرماتا ہے : اپنے پروردگار کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت دیجئے اور ان سے بہترین طریقہ سے بحث کیجئے ، بیشک آپ کا پروردگار اس شخص کو اچھی طرح جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے ۔

اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں سے بھی بخوبی واقف ہے [1] قول میں اس سے بہتر کون ہوگا جو خدا کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور نیک عمل بھی انجام دے اور یہ کہے کہ میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں ۔ اور نیکی اور برائی مساوی نہیں ہوسکتی لھذا آپ برائی کا جواب بہترین طریقہ سے دیں کیونکہ اس طریقہ سے وہ شخص بھی گہرے دوست کی طرح ہوجائے گا کہ جس کے اور آپ کے درمیان عداوت ہے یہ چیز انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ صلاحیت بڑی قسمت والوں کو نصیب ہوتی ہے [2]

بہترین طریقہ سے اسلام کو فروغ ملتا ہے اور اسی کے ذریعہ شہروں سے پہلے دل جیت لئے جاتے ہیں ۔ نہ کٹھورپن سے ۔

پھر اخلاق کا طریقہ بنفسہ اس چیز کی طرف دعوت دینا ہے جسے اخلاقی طریقہ والے نے منتخب کیا ہے ۔

اخلاق کا فقدان کامیابی کے فقدان کی دلیل ہے ۔ اسلام واضح نظریہ اور وسیع النظر ہے ۔ گفتگو کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے اور فکری وجانی دہشت گردی کے خلاف مساوی طور پر آواز بلند کرتا ہے ۔

---

[1] نحل : ۱۲۵ [2] فصلت : ۳۳ ۔ ۳۵

اسکی ضرورت نہیں ہے کہ دہشت گردی کی مشق کون کر رہا ہے مگر جب جنگجو دشمن کو شرارت سے باز رکھنا مقصود ہو تو اسلام اخلاقیات کیساتھ جہاد کا حکم دیتا ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے : **ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتي هي احسن الا الذين ظلموا منهم**[1]

اہل کتاب سے جدال نہ کرو مگر ان میں سے جو ظالم ہیں ان سے بہترین طریقہ سے کرو۔ ملاحظہ فرمائیں آیت میں ـــــ ظالموں کو خاص طور پر استثنیٰ کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ عقل اور سنجیدگی سے گفتگو کو اہمیت نہیں دیتے ہیں اور یہ ان مواقع میں سے ایک ہے کہ جہاں پتھر کو اسی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جہاں سے آتا ہے۔

پھر اگر سلمان رشدی اور اس جیسے اسلامی مقدسات کی اور ان معتقدات کو جریحہ دار کرتے ہیں جو صرف کروڑوں مسلمانوں ہی کے نزدیک ثابت نہیں ہیں بلکہ غیر مسلموں کے نزدیک بھی مسلم ہیں۔ جب وہ اپنی کتاب شیطانی آیات میں ہمارے نبی محمد بن عبداللہؐ کی اہانت کرتا ہے، ان پر تہمت لگاتا ہے۔

---

[1] سورۂ عنکبوت : ۴۶۔

یہاں تک عیسیٰ بن مریمؑ ، موسیٰ بن عمران ، ابراہیم خلیل اللہ اور دیگر انبیاء کی ہتک کرتا ہے ۔ تو اس طرح وہ اس بات کو ثابت کرتا ہے اس کا اور اس کے ساتھ آزادیٔ فکر کا ڈھونگ رچانے والوں کا دامن علمی منطق سے بالکل خالی ہے ۔ جبکہ وہ اپنے شہروں میں اس شخص کو آزاد کہتے ہیں جو کہ دوسروں کی حریت پر حملہ نہ کرے ۔ مثلاً ان کے نزدیک شرابی اسوقت تک آزاد ہے جبتک وہ اپنے گھر میں ہے ۔ اگر یہ ہمسایہ کو ستانے لگتا ہے تو یہ ہوش میں آنے تک اسے قید میں ڈال دیتے ہیں ہوش میں آجانے کے بعد اس سے کہتے ہیں ، جس ہمسایہ پر تم نے زیادتی کی ہے اس کا تاوان دو

یہی مثال کار ڈرائیور کی ہے اسے قانون اس وقت تک کچھ نہیں کہتا ہے جبتک وہ کسی کو نقصان نہ پہونچائے چاہے اسکی کار غیر مجاز راستہ پر چلی جائے ۔ پھر ایک اور چیز کے معترف ہیں جیسے وہ تخصص ۔ مہارت کہتے ہیں ، چنانچہ ناک ، کان اور حنجرہ ۔ گلے کا اسپشلسٹ آنکھوں اور پیٹ ، آنت اور گردوں کا علاج نہیں کرسکتا ہے ۔

مغرب اور دیگر ممالک میں قانون ان افراد کو سزا دیتا ہے جو کہ علم کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ عالم نہیں ہوتے ہیں ، یا اسے سزا دی جاتی ہے جو جعلی سند بنا کر روزی کماتا ہے ۔

یا جو شخص نازک و حساس اور بڑے مسائل میں نظریہ دیتا ہے جبکہ اسے اس میں مہارت نہیں ہوتی ہے لیکن کوئی پولیس کو متہم نہیں کرتا کہ وہ ایسے لوگوں کی آزادی کو محدود کیوں نہیں کرتی۔ جبکہ یہ جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی جعل سازی اور دوسروں کی ہتک کرنے کے واضح نمونے ہیں۔ لیکن یہی حکومتیں سلمان رشدی اور اس جیسے لوگوں کی حمایت کرتی ہیں کہ جنہوں نے کروروں مسلمانوں کے معتقدات کو بے وقوفی قرار دیا ہے۔ اور اسلام کی عالمانہ تحقیق کے بغیر مسلمانوں کے مقدسات کی بے حرمتی کی ہے جبکہ ان لوگوں کو نہ ادیان کا علم ہے اور نہ دنیائے اسلام کے حوزات علمیہ کی خبر ہے۔

یہ تو مغرب والوں اور غیر مسلموں کی حالت ہے لیکن دوسری طرف بعض مسلمان بھی اسلامی مقدسات کی بے حرمتی اور توہین کرتے ہیں، تہمت اور فتوؤں کے ذریعہ نہیں بلکہ دہشت گردی، دھماکوں اور قتل ایسے پست ترین اور رکیک ترین طریقوں سے۔۔۔ یہ جرم اس وقت اور سنگین ہو جاتا ہے جب اس کا ارتکاب مسجدوں اور عبادت گاہوں میں کیا جاتا ہے کیونکہ ان جگہوں کو، کوئی دین اور کوئی انسان غیر محفوظ نہیں قرار دے سکتا ہے۔

ہم صلیبی اور صہیونیوں کے بارے میں تو یہ کہتے ہیں کہ وہ اسلام،

مسلمانوں اور عرب وفلسطینیوں کے دشمن ہیں لیکن پاکستان میں شیعہ مسلمان نمازیوں پر مساجد میں ہینڈ بم سے حملہ کرنے والوں کو یا سبط رسولؐ امام حسینؑ کی عزاداری کرنے والی انجمنوں پر گولیاں برسانے والوں کو ہم کیا کہیں ؟

یا ان لوگوں کو کیا کہیں کہ جنہوں نے عراق میں شیعہ مسلمانوں کے قتل ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ کربلا اور نجف اشرف میں عتبات مقدسات پر حملہ بھی کیا اور شیعوں کی مساجد و مدارس اور ان کے گھروں کو تہس نہس کردیا؟!

اور اس بم کے بارے میں کیا کہیں گے جو مشہد مقدس میں امام رضاؑ کی ضریح کے قریب، نمازیوں اور زائروں کے مجمع میں رکھا گیا تھا جس سے بہت سے لوگ جاں بحق ہو گئے تھے؟

اور افغانستان میں شیعہ مسلمانوں کو اسلام ہی کا دعویٰ کرنے والے جلاتے ہیں ؟ ! اسلامی شہروں میں اکثر ایسا ہوتا ہے! !

کیا دہشت گردوں اور قاتلوں کے پاس۔ کہ جن میں سے بعض مسلمان شمار ہوتے ہیں۔ کوئی انسانی، اسلامی اور تہذیبی و ثقافتی پیغام ہے ؟

ہرگز نہیں، کیونکہ حقیقی مسلم اپنے نبی کی احادیث "جس نے مسلمان کو دھوکہ دیا"، "جس نے مسلمان سے خیانت کی"، "جس نے ہمسایہ کو ستایا"،

جس نے کسی مومن کے کفر کی گواہی دی، جس نے کسی مسلمان کو کوڑا مارا، جس نے کسی مسلمان کے رخسار پر طمانچہ مارا، جس نے مسلمان کا حق نہ دیا، جس نے کسی مومن کو بادشاہ سے ڈرایا، جس نے مومن مرد یا مومن عورت پر تہمت لگائی، جس نے اپنے مسلمان بھائی کو گالی دی، جس نے ڈرانے کے لئے مومن کی طرف دیکھا، جس نے مومن کو برا ثابت کرنے کے لئے کوئی روایت گڑھی۔ ان کو اچھی طرح سمجھتا ہے تو وہ اسکی بے عزتی اور خونریزی کیسے کرسکتا ہے؟!

ایسے افعال کی مشق ہرگز مسلمان کے نزدیک جائز نہیں ہے تو اسلام کا مبلغ ایسا کیونکر کرسکتا ہے۔

اسلام کا مبلغ وعلمبردار۔ جیسا کہ قرآن کی ان آیات میں اس بات کی تصریح ہوئی جو کہ ذاتی خواہش کے مطابق محکمات وبینات کی تفسیر کی بھی گنجائش نہیں چھوڑتی ہے۔ وہ ہے جس پر خدا کا یہ قول منطبق ہوتا ہے

یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین للہِ بالقسط
ولا یجرمنّکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا
اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللہ ان اللہ
خبیر بما تعلمون وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا

الصّٰلحات لھم مغفرۃ و اجر کریم ۱

اے ایمان لانے والو! اللہ کے لئے قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو، خبردار کسی قوم کی عداوت تمہیں انصاف ترک کرنے پر نہ ابھارے، عدل سے کام لو کہ یہ تقوے سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو! بیشک خدا تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اللہ نے ایمان لانے والوں اور نیک اعمال بجالانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت و اجر عظیم ہے۔

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: اے علیؑ! تمہیں بتاؤں کہ بدترین انسان کون ہے؟

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ ضرور بتلائیے۔ فرمایا جو خطا سے چشم پوشی نہ کرے اور لغزش کم نہ کرے۔

کیا میں اس سے بھی بدترین انسان سے خبردار کروں؟ میں نے

---

۱ تحف العقول - وصایا النبی ص ۱۳۔

اے اللہ کے رسولؐ ضرور خبر دار کیجئے فرمایا : جس کے شر سے کوئی بھی محفوظ نہ ہو اور جس سے کسی خیر کی امید نہ کی جاسکے [1]

نیز فرمایا : جو رحم دلی سے محروم ہے وہ تمام اچھائیوں سے محروم ہے۔

بعض مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ سخت رویہ اختیار کر کے اسلام اور ملت اسلامیہ کو دنیا میں بدنام کر دیا ہے اور مغربی پروپگینڈہ مشنری کو بہانے فراہم کر دیئے ہیں قرار دیا جاتا ہے تاکہ وہ برائیوں کی نسبت اسلام کی طرف دیتے رہیں اور اس دین کی طرف لوگوں کی ہدایت نہ ہونے دیں کہ جس کے ساتھ خدا نے ہمارے نبی محمد بن عبداللہؐ کو مبعوث کیا، اور ہم سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ ہم اسلام کی طرف لوگوں کو اپنے اعمال کے ذریعہ دعوت دیں ! !

بعض شہروں میں مسلمانوں کے درمیان جو خانہ جنگی ہو رہی ہے بربریت کو دُہرایا جا رہا ہے، چاروں طرف سے جاہلیت کے درمیان گھرے ہوئے نیک لوگوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے بیشک اس سے قلب رسولؐ محزون ہوتا ہے۔

---

[1] تحف العقول ۔ وصایا النبی ص ۱۳ ۔

کاش ایسا نہ ہوتا یا اسلام کے نام پر نہ ہوتا اور ایسا کرنے والے اسلام کی طرف منسوب نہ ہوتے، پس ملت اسلامیہ کا پیکر زخمی ہوتا ہے کہ جس کے اجزا اسلام اور اس کے اخلاق سے الگ ہو چکے ہیں، یہاں پہنچ کر بات پیچیدہ ہو جاتی ہے۔

اب ہمیں سب سے بڑی ضرورت ایسے شفیق کی ہے جو اس زخم کو محبت کے ساتھ چھوئے، اور سب سے برا وہ شخص ہے جو اسے چھری سے چھوئے تاکہ جسم میں ایک اور زخم کھل جائے یا اس سے اور زیادہ خون بہنے لگے۔

اس ذاتی تنقید سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس زخم پر مرہم رکھنے کے لئے غیر مسلم افضل ہے، ہر گز نہیں آج بشریت ذکر خدا اور آسمانی راستہ سے منھ موڑ لینے، روحانی غذا اور معنوی و اخلاقی اقدار سے علیحدگی اختیار کرنے کی وجہ سے، تنگ دستی، تشنج اور سختیوں میں زندگی بسر کر رہی ہے، اقتصادی بحران، سیاسی جنگ، کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے درمیان، قومی، دینی، اور خاندانی جھگڑے، بلقان اور بعض افریقی ممالک میں ان کے درمیان ہونے والی خونریزی، مادی محاذ پر ٹکراؤ۔ اور خودکشی اور منشیات اور ایڈز جیسے مہلک امراض کا پھیلنا۔ عائلی و خانوادگی زندگی کی سطح اونچی کرنا خاندان کے اخلاق و شرافت سے چشم پوشی کرنا مزید برآں حوادث آتشزدگی

اور سیلاب وغیرہ

یہ سب سنتِ خدا، اکس سید ھے، اور تحریف و کجی سے محفوظ دین سے روگردانی کی وجہ سے وجود میں آیا ہے۔

کل مغرب میں پہلی اور دوسری جنگ عظیم ہوئی جس نے صرف مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ پوری انسانیت کو متاثر کیا، عالم اسلام آج تک پراگندگی اور زخموں سے محفوظ نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ انسانی امور میں کی حد معین کی جائے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان مساوی ہو، ورنہ روز بروز حالات بد سے بدتر ہوتے جائیں گے۔

یہ اسٹراٹیجی کے تحقیقی اداروں کی تقریروں کا لب ولباب ہے جیسے دنیا کے کثیر الاشاعت اخبار شائع کرتے ہیں۔

رشد و فکر کی راہ

اسلام کے بلند و بالا مقاصد کی طرف بڑھتے ہوئے اور انسانی باریک بینی پر عمل کرتے ہوئے ہم پھیلی ہوئی انسانیت کے ہمدردوں اور بشریت کو نجات دلانے والے مخلصوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ موجودہ اور آنے والی نسل کو بے اطمینانی کے ماحول سے نجات دلانے کے لئے گول میز پر بیٹھ کر گفتگو کریں اور گلو خلاصی کی راہیں تلاش کرنے کے سلسلہ میں غور و فکر کریں۔

اور اس طرح تنقید کی جائے کہ کون سا فکری طریقہ درست ہے اور کون سا غلط ہے۔ اور کون سا عملی مسلک درست اور کون سا غلط ہے اس سلسلہ میں محبت و تقارب کو اصلی مقصد قرار دیا جائے اور یہ معاشروں کی تحریک کے ذمہ داروں کی باہم ملاقات اور گفتگو ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

لھذا اسلامیات کو اہمیت دینے والوں کو چاہیئے کہ وہ اسلامی گفتگو کا منہج معین کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائیں۔ مسیحی اور اسلامی ۔ پھر سنیوں اور شیعوں کے درمیان، خود اہل سنت اور شیعوں کے درمیان کمیٹی بنائیں اور اس سلسلہ میں شدت پسند اور ان قضیوں کو اہمیت دی جائے جو امت اسلامیہ کے لئے مفید ہیں۔ اس سلسلہ میں اہل قلم زیادہ سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ خطباء اس پر تقریریں کریں تاکہ ملاقات و گفتگو عام ہو جائے۔

اللہ کے رسول محمدؐ کو اپنے دین کے صحیح ہونے کا سب سے زیادہ یقین ہے اتنا کسی کو نہیں ہے لیکن اس کے باوجود آپؐ مشرکین کی رایوں کو باطل قرار دیئے بغیر اور ان کے مقدسات کی اہانت کئے بغیر ان کو گفتگو کرنے کی دعوت دیتے ہیں قرآن مجید اس کی گواہی دے رہا ہے إنّا او ایاکم لعلی ھدیً او فی ضلال مبین [1] ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی ہوئی گمراہی میں۔

اس طرح غیر مسلموں کی کتابوں کے تقدس کا بھی اعتراف کیا جائے اور کسی کے مقدسات کی اہانت کئے بغیر انہیں ایسے اصولوں پر

---

[1] سورہ سبا : ۲۴۔

اتفاق کی دعوت دی جائے جو کہ آسمانی ادیان میں مشترک ہیں۔

ارشاد ہے :

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون [1]

اے رسولؐ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک منصفانہ اتفاق کر لیں، خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا کو چھوڑ کر آپس میں کسی کو خدا نہ سمجھیں، اس کے بعد بھی اگر یہ لوگ منھ موڑیں تو کہہ دیجئے کہ تم لوگ بھی گواہ رہنا کہ ہم حقیقی مسلمان ہیں۔

جب مشرکین کے ساتھ اور اہل کتاب کے ساتھ رسولؐ کی یہ سنت تھی تو اسے خود مسلمانوں کے درمیان بدرجۂ اولیٰ رائج ہونا چاہئے تھا کیونکہ ہم اہل سنت ہیں اور سنت حقیقی کے۔ شیعہ۔ پیرو ہیں۔

---

[1] سورۂ آل عمران : ۶۴۔

دہشت گردی اور مقدسات

پس ہمیں کسی کی ہتک و بے حرمتی نہیں کرنی چاہئے بلکہ دلیل کے ذریعہ دلیل کو رد کرنا چاہیے، حروف پر نقطے لگانا چاہئے اور حق کے ساتھ حق کی مشق کرنی چاہئے۔ اور یہ کام صلح و مسالمت، محبت و ملاقات، گفتگو اور تفاہم، موضوعی اور موثق کتابوں اور ادب قرآن سے آراستہ اور اخلاق حسنہ کے ساتھ ہی انجام پاسکتا ہے۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ ایک فریق اپنے مذہب و نظریات کو چھوڑ کر دوسرے کے مذہب و نظریات کو اختیار کرلے اور اسے پابند بنادیا جائے۔ یہ چیز اسی میں محدود نہیں ہے کہ ایک گروہ اپنے مقدسات کو چھوڑ دے، یا اسیر جنگ تھوپ دی جائے اور اسے محرومی و اسیری کی زندگی گذارنے پر مجبور کیا جائے، یہاں تک کہ انسانی حقوق سے بھی اسے محروم کردیا جائے۔ بلکہ ایک درمیانی راستہ بھی ہے اور وہ ہے اختلاف کے باوجود صلح و سلامتی کی زندگی بسر کرنا...

یہانتک کہ کالے دھاگہ سے سفید دھاگہ جدا ہو جائے، پس دین یا مذہب یا سیاست یا قومیت کے سلسلہ میں رایوں کا اختلاف اس بات کا سبب نہیں ہے کہ ادب واخلاق کو چھوڑ دیا جائے اور نہ ہی انسان اور اس کے ضمیر وانسانیت کے سلب کرنے کا باعث ہے۔

کیونکہ اگر ان اقدار کو چھوڑ دے گا تو اس چیز کے خلاف ہو گا جس کا انسان دعویٰ کرتا ہے اور جس کے لئے جنگ کرتا ہے۔

ہاں دین ومذہب ، اخلاق وادب اور ضمیر وانسانیت سبھی اچھی رغبت وشوق کی اجازت دیتے ہیں جیسا کہ اسی طرف حضرت علیؑ نے ہمیں اس طرح دعوت دی ہے۔

"پسندیدہ اخلاق بردباری کی کثرت اور بلندی و یاد دہانی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔" اور آپؑ کے تہذیب آموز اقوال میں سے ایک یہ بھی ہے : اگر ہمیں جنت کی امید، جہنم کا خوف نہ ہو اور ثواب وعقاب کی پروانہ ہو تو بھی ہمارے لئے بلند اخلاق کو اختیار کرنا ضروری ہے کہ یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

مسلمانو! یہی عقل ورشد کا ایسا راستہ ہے جس سے ضمانت وتحفظ کی امید کی جا سکتی ہے

زیر نظر کتاب

جہالت و تنگدستی سے اور سخت گذرانی کی وجہ سے مسلمان نشین شہروں میں، بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ، ظالموں کو کیفر کردار تک پہونچانے کے لئے آسمانی طاقت نے مداخلت کیوں نہیں کی؟

بعض شیعیان اہل بیتؑ نے جب عتبات مقدسہ کی بے حرمتی اور ان پر زیادتیاں ہوتے ہوئے دیکھیں تو کہا: زیادتیاں کرنے والوں کے ہاتھ قلم کرنے کے لئے ایسا معجزہ کیوں نہیں ہوتا کہ جس سے انہیں ناقابل فراموش سبق مل جائے؟

درحقیقت ایسے سوال کرنے کا سرچشمہ وہ ثقافتی کمزوری ہے، کہ جو یاس، جاہلیت کی حمیت اور اپنے نفس پر اعتماد نہ ہونے اور عقیدہ کے ضعف کی وجہ سے وجود میں آئی ہے بلکہ اکثر اس سوال کا سرچشمہ وہ ثقافتی مشکل ہوتی ہے۔

اس لئے میں نے ان سوالات کے جوابات اس تقریر میں دینے کی کوشش کی جو کہ میں نے ڈنمارک میں فارسی میں کی تھیں اور ایک گھنٹہ سے بھی زیادہ دیر تک حاضرین کے جوابات دیئے اور پھر بعض عرب دوستوں کی فرمائش پر میں نے ان کا عربی میں ترجمہ کیا تاکہ ان کی افادیت عام ہو جائے پھر میں نے اسے اسلوب کتاب سے قریب کرنے کے لئے اس میں کچھ ترمیم کی لیکن اسے اپنے اصلی خطاب سے دور نہیں ہونے دیا۔ اگر چہ میرے پاس وہاں کتابوں کی کمی تھی دوستوں کے پاس جو کتابیں تھیں ان کی ورق گردانی کی اور ماخذ فراہم کرنے میں جانفشانی کی، چنانچہ اہم اور اپنی وسعت بھر ماخذ لکھ دیئے ہیں۔ ان منازل سے گذر کر اب یہ کتاب۔ کہ جس کا نام میں نے "احیائے مقدسات" رکھا ہے اس سے میری مراد اسلام کی وہ تمام مقدس اقدار ہیں، کہ جن میں سے اکثر ذہن کے سرا پردے سے غائب ہو چکی ہیں یا بھلائی جا چکی ہیں۔ جیسے عبادی، اخلاقی اور انسانی اقدار جن کا سرچشمہ پاکیزہ فطرت ہے۔

اور یہ حسن اتفاق ہی ہے کہ میں نے زیر نظر کتاب۔ اس سال۔ سنہ ۱۴۱۵ھ رسولؐ اور ان کے فرزند امام جعفر صادقؑ، ناشر اہل بیتؑ کی ولادت کے دن، ۱۷ ربیع الاول کو تمام کی۔

بارگاہ خدائے متعال میں دعا ہے کہ وہ ہمارے جوانوں کو اس کے

ذریعہ فائدہ پہونچائے اور ہماری اس مختصر سی سعی کو قبول فرمائے ہمیں اور تمام مسلمانوں کو خیر عطا فرمائے۔

اور اسے ہمارے لئے اس دن کے لئے ذخیرہ کر دے جس روز مال واولاد فائدہ نہ پہونچا سکیں گے۔ مگر جو کہ قلب سلیم کے ساتھ آئے گا، اس دن مومنین مسرور ہوں گے اور باطل پرست خسارہ میں ہوں گے۔

والحمدللہ رب العالمین، وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ الطاہرین۔

عبد العظیم

گوبنھاجن ۔ ڈنمارک ۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ہمارے لئے کافی ہے وہ بہترین وکیل ہے، بہترین سرپرست اور بہترین مددگار ہے۔

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہمیں جنت کی راہ کی ہدایت کی اور شیطان کی پیروی کرنے سے منع کیا، ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم اس کے اولیاء کے زمرہ میں شامل ہوجائیں اور اس کے دشمنوں کی تلوار کے ذریعہ شہداء کی انجمن میں داخل ہوجائیں۔

اور بہترین صلوٰۃ وسلام ہو اس ذات پر جس نے حکمت اور موعظہ کے ذریعہ اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلایا اور احسن طریقہ سے گفتگو کی۔ وہ رسول مصطفیٰؐ ہیں کہ جنہیں آسمانوں میں احمد اور زمین پر محمدؐ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور صلوٰۃ وسلام ہو ان کے اہل بیتؑ معصوم اولیاء اور مظلوموں کی ہدایت کرنے والوں خصوصاً ہمارے امام زمانہ بقیۃ اللہ فی الارضین پر۔

پہلا حصہ

معجزہ کو کیسے سمجھیں؟
مقدسات کا تحفظ کیسے کیا جائے؟
ان میں سے فراموش شدہ کو کیسے
یاد دلایا جائے؟

مقدمہ اور عنوان

آج محرم کی تیرہویں شب ہے عاشورہ کے المناک واقعہ کو تین روز گذر چکے ہیں، جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اس شب میں ان نیک شہیدوں کے جنازوں کے دفن کی یاد منائی جاتی ہے جنہوں نے کربلا میں اپنے خون سے اسلام کے شجرۂ طیبہ کو سینچا تھا۔ جبکہ ان کے پاکیزہ اجساد تین دن تک ایسے ہی زمین کربلا پر پڑے رہے دفن نہیں کیئے گئے۔

اس مظلومیت اور بے چارگی کو بیان کرنے سے قبل آپ حضرات کی اجازت سے میں اس موضوع کو بیان کرنا چاہتا ہوں جو میں نے اس شب کے لیئے تیار کیا ہے۔ اسکا تعلق اس سوال کے جواب سے ہے جو کہ آجکل اہل بیتؑ رسولؐ کے چاہنے والوں کے دماغ میں گردش کر رہا ہے کی وہ عتبات مقدسہ کی بے حرمتی اور ان پر حملے ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

مثلاً وہ دیکھتے ہیں کہ عراق میں صدّام نے ہزاروں مسلمانوں خصوصًا شیعوں کو قتل کیا ہے۔

اور کربلا میں ٹینک سے حرم حسینی کی دیواروں کو مسمار کردیا، بے حیائی کے ساتھ حرم پر حملہ کیا اور صدام نے اپنے وزیرِ دفاع حسین کامل کو چھوٹ دیدی کہ جس نے ضریحِ مقدس پر گولی چلائی، اسی طرح حضرت عباسؑ کے مرقد کے گنبد کو صدمہ پہونچایا گیا۔

ان حالات سے اذہان میں یہ سوال پیدا ہو گیا کہ ان مظالم اور زیادتیوں کو روکنے کے لیئے کوئی معجزہ کیوں نہیں ہوا ؟!

آپ حضرات نے یہ بھی سنا ہوگا کہ روضۂ امام رضاؑ ۔ مشہد۔ میں عاشورہ کے دن بم کا دھماکہ ہوا جس سے نواسۂ رسولؐ امام رضاؑ کے ۲۷ نمازی زائرجاں بحق ہو گئے اور ستر زخمی ہوئے، اس سے بعض لوگوں نے یہ سوال کیا : کیا امام رضاؑ بم رکھنے والے کا ہاتھ شل نہیں کر سکتے تھے ؟!

سوال کو اور وسعت دی جاسکتی ہے تاکہ ۱۴۰۷ھ میں بیت اللہ الحرام کے حاجیوں اور کچھ عرصہ قبل گھٹ کے مرنے والوں نیز مقبوضہ فلسطین میں حرم ابراہیمی میں نمازیوں پر ہونے والے ظلم کو بھی شامل ہو جائے۔ سوال کرنے والا کہتا ہے کیا عالمین کا پروردگار اپنے مہمانوں کو ان ہلاکتوں سے نہیں بچاسکتا تھا ؟!

اسی طرح سلمان رشدی۔ کہ جس نے انبیاءؑ خصوصاً ہمارے رسولؐ کی بے حرمتی کی ہے ۔ کے بارے میں بھی سوال ہوتا ہے۔ خدا نے اسے دنیا ہی

میں کیوں عذاب نازل نہ کیا تاکہ اس سے دوسروں کو عبرت ہوتی ؟!

اس سوال کے جواب میں ہر چیز سے قبل اس چیز کو بیان کردوں کہ جس پر جواب کی بنیاد ہے۔

واضح رہے کہ عقائد اسلامی میں ہمارا محور قرآن مجید اور عترت رسولؐ ہے، یہی وہ دو گرانقدر چیزیں ہیں جن سے متمسک رہنے کی رسولؐ نے اپنے بعد وصیت کی تھی. کیونکہ ان دونوں سے الگ ہونے میں ہلاکت و خسارا ہے. حدیث ثقلین ان احادیث میں سے ایک ہے جو مسلمان۔ سنیوں۔ اور شیعوں۔ کے نزدیک صحیح، متواتر اور معتبر ہیں۔

دونوں سے رجوع کرنا ہی اعمال وافکار کے صحیح ہونے کا حل ہے۔

یہانتک کہ اس شخص کے اعمال وافکار کا معمار بھی یہی دونوں ہیں جو کہ اہلبیتؑ کی امامت اور ان کی اطاعت کے واجب ہونے کو تسلیم نہیں کرتا، کیونکہ معرفت قرآن میں اہل بیتؑ کی حیثیت اور اپنے جد رسولؐ کے دین کے سلسلہ میں ان کے اخلاص کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اب ہم قرآن کی روشنی اور دستورات نبوی کے ساتھ بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

اصل عمل ہے

جو سوال اٹھایا جار ہا ہے وہ یہ ہے کہ ظلم کو رو کنے کے لئے معجزہ کیوں نہیں ہوتا ؟

جواب : اسلام وہ دین ہے جو عمل کرنے والوں کو اہمیت دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہمیں بہت ساری آیات ملتی ہیں جو کہ اعمال صالح کی دعوت دیتی ہیں۔ تقریباً ۱۲۶۔ آیات میں بلکہ اس سے بھی زیادہ ، خدا کے اس قول۔ الذین آمنوا وعملوا الصالحات ، کا مفہوم ہے یا واضح طور پر اعمال صالح کا ذکر ہے۔

بہت سی آیات جہاد سے متعلق ہیں۔ جہاد۔ نیکیوں کے حصول کے لئے عمل طور پر پوری کوشش کرنے کا نام ہے۔ اس اعتبار سے جہاد عمل صالح کی معراج ہے اور خدا کے نزدیک اس کی اہمیت ہے جیسا کہ وہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے :

فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیماً [1]

خدا نے مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں کے مقابلہ میں اجر عظیم عطا کیا ہے۔

نیز فرماتا ہے: اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین [2]

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی آبادی کو اس کے برابر سمجھ لیا ہے جو اللہ اور اس پر ایمان رکھتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہے، یہ دونوں خدا کے نزدیک ہرگز برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔

کیا یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ جو لوگ بیت اللہ الحرام، خانۂ کعبہ کے حاجیوں کو پانی دیتے ہیں اور اس شدید گرمی میں انہیں مکہ میں سیراب کرتے ہیں، یا جس کے ہاتھ میں خانۂ کعبہ کی کلید اور حرمین شریفین کا انتظام ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہے۔

---

[1] سورۂ نساء: ۹۵ [2] سورۂ توبہ: ۱۹۔

ہرگز نہیں۔ اگرچہ حاجیوں کو پانی پلانا اور حرمین شریفین کا نظم ونسق برقرار رکھنا خود عمل صالح ہے۔

سنی وشیعہ مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب فضل بن شیبہ نے عباس پر فخر کیا اور کہا: میں گھر والا ہوں، میرے ہاتھ میں کعبہ کی کلید ہے اور میرے پاس اسکا پردہ ہے۔ عباس نے کہا: میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں اور یہ منصب ہمارا ہے۔ علی بن ابی طالبؑ نے دونوں کو مخاطب کرکے فرمایا: میں تم لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکا۔ میں نے لوگوں سے چھ ماہ پہلے نماز پڑھی اور میں نے جہاد کیا تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی [1]

بس اسلام اس لحاظ سے عمل صالح، راہ خدا میں جہاد اور دین اسلام کی بنیاد کو مستحکم کرنے کے لئے سخت ذمہ داریوں کو سنبھالنا، اس کے نظام، مقدسات اور اقدار سے دفاع کرنے کا نام دین ہے۔ کیونکہ اسلام، انسان کے خود اس کے نفس، اس کے پروردگار اور ان لوگوں سے روابط کی تنظیم کے لئے آیا ہے جو اس کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں اسباب النزول، مولفہ امام واحدی،

اور یہ کام اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب خدا کی ان حدود پر عمل کیا جائے جو کہ شریعت اسلام میں حلال و حرام کے عنوان سے بیان ہوئی ہیں اسی لئے رسولؐ نے فرمایا ہے:

دنیا عمل کی جگہ ہے حساب کی نہیں۔ اس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خداوند عالم اس حیات کو انسان کی آزادی کا میدان رکھنا چاہتا ہے اگر وہ عمل صالح انجام دیتا ہے تو اسے اجر ملے گا اور برے اعمال انجام دے گا تو اس پر اسے عذاب ہوگا۔ اس حیات میں وہ جو راستہ چاہے اختیار کرے۔ خدا نے اچھے برے راستہ کی نشانیاں ایک ساتھ بیان کر دی ہیں اور آخرت کو دنیا میں کئے گئے اعمال، کا بدلہ دینے کے لئے رکھا ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ [1]

جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔ دوسری آیت میں قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ انسان کے اعمال کے نتائج پہلے دنیا میں اور پھر آخرت میں ظاہر ہوتے ہیں

---

[1] سورۂ زلزلہ: ۷۔۸

ارشاد ہے : وان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ ۔ ثم یجزاہ الجزاء الاوفیٰ وان ربک [1]

اور انسان کے لئے صرف اتنا ہے جتنی اسکی کوشش ہے اور عنقریب اس کی کوشش اسے دکھا دی جائے گی اور اس کے بعد اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ۔ بیشک آخری منزل تمہارے پروردگار کی بارگاہ ہے ۔

دنیا میں قانون عمل ہے اور یہی وہ اصل اساس ہے کہ جس پر ثواب و رفعت اور عقاب و ذلت کے نتائج مرتب ہوتے ہیں ۔

یہاں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا، سستی برتنا، اور بغیر کوشش کے امیدوں اور تمناؤں کی دنیا آباد کرنا، آرام و کشائش کے انتظار میں وقت ضائع کرنا، زندگی میں سنت خدا سے نکلنا اور دین حنیف کے قانون کی پابندی نہ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ۔

حدیث میں وارد ہے کہ جب رسولؐ کسی شخص کو دیکھتے تو دریافت کرتے کیا یہ کوئی ہنر جانتا ہے ؟ اگر جواب دیا جاتا کہ نہیں ۔

تو آپؐ فرماتے یہ میری نظروں سے گر گیا ۔

لھذا ہمیں اپنی خواہشات سے متاثر ہوئے بغیر اپنی عقلوں سے یہ

---

[1] سورۂ نجم : ۳۹ ۔ ۴۲ ۔

سوال کرنا چاہئے کیا یہ صحیح ہے کہ ہم علمی، تربیتی، تجارتی، صنعتی میدانوں میں کوشش کی جدّوجہد ترک کردیں اور اپنی آنکھیں آسمان پر لگا کر اس بات کا انتظار کرتے رہیں کہ ہمیں معجزہ کے ذریعہ گلوخلاصی اور رزق ملے۔ اسلام میں، اصل معجزوں کا انتظار اور غیبی مدد کے ذریعہ مصیبتوں کا ازالہ ہے۔

یہاں پہلا اعتراض اور سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ جس کو بعض لوگ اپنی روشن فکری سے ایجاد کرتے ہیں۔ کتنی بری روشن فکری ہے، پس اولاً اس اصل کے تصور کی تصحیح کی جائے۔

معجزہ یعنی چہ؟

دوسرا اشکال معجزہ کو سمجھنے سے متعلق ہے معجزہ کیا ہے؟

اسلامی اصطلاح میں معجزہ یہ ہے کہ خدا، نبی یا ولی کے ذریعہ ایسا کام انجام دلا دیتا ہے کہ جس سے تمام لوگ عاجز رہتے ہیں۔ نبی اپنی نبوت کے اثبات کے اور ولی اپنی ولایت کی صداقت کے اثبات کے لئے معجزہ دکھاتا ہے۔

مثلاً حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدھا بن گیا اور فرعون کے جادوگروں پر حملہ آور ہوا۔ اور جادوگر اپنے جادو میں مہارت کے باوجود اس معجزہ کا مقابلہ نہ کر سکے جو خدا کے ارادہ سے موسیٰؑ نے دکھایا تھا۔

دوسری مثال حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ ہے، جناب عیسیٰؑ پرندہ کی صورت بناتے اور اس میں پھونک دیتے تھے تو وہ اذن خدا سے پرندہ بن جاتا تھا۔

جناب عیسیٰ پیدائشی اندھوں اور مبروص کا اعلاج کر دیتے تھے اور اذن خدا سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اس زمانہ کے لوگوں کو یہ بتا دیا کرتے تھے کہ وہ کیا کھاتے ہیں اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہیں [1]

تیسری مثال ہمارے نبی محمدؐ کے معجزات ہیں، جیسے شق القمر کا معجزہ خدائے متعال کا ارشاد ہے :

اقتربت الساعة وانشق القمر، وان یروا اٰیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر [2]

قیامت قریب آگئی اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ کوئی آیت دیکھتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں مسلسل جادو ہے۔

معراج اور آسمانی سفر والا معجزہ۔ ارشاد ہے :

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بٰرکنا حوله لنریه من اٰیٰتنا انه هو السمیع البصیر [3]

پاک ہے وہ ذات جو لے گئی راتوں رات اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کہ جس کے اطراف کو ہم نے

---

[1] سورۂ آل عمران : ۴۹۔ [2] سورۃ القمر : ۱-۲۔ [3] سورۂ اسریٰ : ۱۔

برکتوں سے نوازا ہے تاکہ ہم اپنے بندہ کو اپنی آیات دکھائیں کہ وہ سننے والا ہے اور دیکھنے والا ہے۔

یا درخت کا گویا ہونا جیسا کہ امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں فرمایا ہے[1] اور غار کے دروازہ پر مکڑی کا اس وقت جالا بنا دینا جب آپؐ مشرکین سے جان بچانے کیلئے غار میں داخل ہوئے۔

ابن عباس سے روایت ہے: ایک روز ابو سفیان رسولؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسولؐ میں آپؐ سے ایک چیز کا سوال کرنا چاہتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر تمہیں پسند ہو تو میں تمہارے سوال کرنے سے پہلے ہی اس سے خبردار کر دوں! اس نے کہا بتایئے۔

آپؐ نے فرمایا: تم مجھ سے یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ میری عمر کتنی ہوگی؟ اس نے کہا ہاں اے اللہ کے رسولؐ! اس نے کہا: میں ۶۳ سال زندہ رہوں گا۔

اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں۔

رسولؐ نے فرمایا: تم زبان سے یہ بات کہتے ہو دل سے نہیں۔

---

[1] خطبہ ۱۹۲

ابن عباس نے کہا: خدا کی قسم وہ منافق تھا، ہم ایک محفل میں تھے جس میں ابوسفیان بھی تھا لیکن وہ اندھا ہو گیا تھا، ہمارے درمیان علیؑ بھی موجود تھے، کہ موذن نے اذان شروع کی اس نے اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو ابوسفیان نے کہا: یہاں کوئی بنی ہاشم میں سے تو نہیں ہے، کسی نے کہا ایک ہے: ابوسفیان نے کہا دیکھو! محمدؐ نے اپنا نام کس جگہ فٹ کیا ہے!

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا نہ رکھے یہ خدا نے رکھا ہے وہ فرماتا ہے: ورفعنالک ذکرک اور ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کیا۔

ابوسفیان نے کہا: خدا اس شخص کی آنکھوں کو ٹھنڈا نہ رکھے جس نے یہ کہا: یہاں کوئی بنی ہاشم میں سے نہیں ہے!

علامہ مجلسی اپنی کتاب "حیات القلوب" میں کچھ معجزات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: رسولؐ کے جو معجزات ہم نے نقل کئے ہیں وہ درحقیقت سمندر سے ایک قطرہ ہیں اور آپؐ کے بے پناہ معجزات میں سے بہت ہی مختصر ہیں۔

! الخرائج ج ۱ ص ۶۱۔ بحار الانوار ج ۱۸ ص ۱۱۱۔

کیونکہ آپؐ کے تمام اقوال واطوار اور اخلاق معجزہ ہیں ، خصوصاً آپؐ کا غیب کی خبر دینا معجزہ ہے اور آپؐ کا کلام ہمیشہ غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتا تھا ، یہانتک کہ منافقین کہتے تھے کہ کوئی بات نہ کہو کیونکہ یہ دیوار ، کنکر اور پتھر محمدؐ تک تمہاری بات پہونچا دیں گے۔ ۱

قرآن کی آیات ، رسولؐ اور آپ کے اہل بیتؑ کی روایات اور آپ کی سیرت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ معجزہ اسوقت دکھایا جاتا تھا جب کسی ایسی بنیادی چیز کو ثابت کرنا ہوتا تھا جس پر دیگر امور کی اساس ہوتی تھی۔

جیسے رسولؐ کی نبوت کا اثبات ، اسکے لئے ایسا معجزہ ضروری ہے کہ جس سے مادہ میں خارق العادات فعل انجام دے سکے تاکہ لوگ اسے اللہ کا نبی اور خالق کی طرف سے مرسل سمجھلیں ، جب آپکی نبوت ثابت ہو جائے گی اور لوگوں کو ان کی صداقت کا یقین ہو جائے گا تو وہ نبی کے حکم اور احکامات کی پابندی کریں گے اور جس سے وہ روکے گا یہ باز رہیں گے اور اسی کے قول کی روشنی میں زندگی گذاریں گے۔ یعنی جب یہ ثابت ہوجائے گا یہ دعوائے نبوت میں سچے ہیں اور یہ اللہ کی طرف

---

۱ بحار الانوار ج ۱۸ ص ۱۱۱۔

سے لوگوں کی طرف رسولؐ ہیں تو پھر ہر چیز کے لئے معجزہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اب عمل کی ضرورت ہے یہاں تک کہ خود رسولؐ کو بھی عمل کرنا ہے۔

کیونکہ خدا نے انبیاءؑ اور رسل کو اس لئے نہیں بھیجا کہ وہ ہر اصل و فرع میں اور چھوٹی بڑی چیز میں معجزہ کے جوہر دکھائیں کہ جو زندگی کی ڈگر اور اصل عمل کا بدل ہو جائے۔ ہم شروع ہی میں کہہ چکے ہیں کہ اس حیات میں اصل عمل اور کام ہے۔ انبیاءؑ و رسل کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک معجزہ کے ریموٹ کنٹرول سے، گھر میں، تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے آرام و اطمینان کے ساتھ تمام چیزوں میں تصرف کرے! خدا نے انہیں معجزہ کی صلاحیت صرف اسلئے دی ہے تاکہ وہ اپنے دعوائے نبوت کو ثابت کر سکیں پھر اثبات نبوت کے بعد خود رسولؐ اور ان کی اتباع کرنیوالوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس سنتِ حیات کے مطابق عمل کریں جو انسان کے لئے آسمانی پیغام ہے۔ یہ ٹھوس حقیقت ہے جسے آپ تمام انبیاءؑ کی زندگی اور تمام اوصیاء کی سیرت میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

سیرت سے ہدایت

یہاں تک سنت حیات اور معجزہ کا مفہوم واضح ہو گیا یہ بھی آشکار ہو گیا کہ معجزہ کیوں اور کہاں دکھایا جاتا ہے ۔

اب ہم رسول خدا کی حیات طیبہ اور سیرت اہل بیت پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں کہ وہ دین کو زندگی میں کس طرح شامل کرنا چاہتے ہیں ۔

وہ ایک طرف تو مسلمانوں کے امور کی زمام سنبھالتے ہیں اور ان کی ہدایت کرتے ہیں ۔ خود کام کرتے ہیں، اور معیشت کے لئے جانفشانی کرتے ہیں ایک زمانہ تک رسولؐ نے تجارت کی ، کچھ عرصہ بھیڑ بکریاں چرائیں، کاشتکاری بھی کی ، اور آپؐ کی ذریت میں سے بعض نے زراعت کے امور اور کاشتکاری کے سلسلہ میں اسلئے پسینہ بہایا تاکہ مسلمانوں کے افکار کو صحیح سمت دے سکیں اور انہیں اسلام کے مطابق عمل کرنے اور سعادت سے ہمکنار کرنے کی ہدایت کر سکیں ۔

ایک راوی کہتا ہے گرمیوں کے زمانہ میں ظہر کے وقت امام محمد باقرؑ کو اپنے جد رسولؐ کے، مدینہ میں اپنے کھیت میں کام کرتے دیکھا۔ بدن سے پسینہ بہہ رہا تھا، ان کی اس حالت پر مجھے افسوس ہوا میں نے کہا فرزند رسولؐ آپؑ نے کچھ آرام کر لیا ہوتا

امامؑ نے جواب دیا اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں روئے زمین پر مجھ سے اور میرے باپ سے بہتر کون ہے؟ راوی نے دریافت کیا وہ کون ہیں؟ فرمایا: رسول اللہؐ اور امیر المومنینؑ اور میرے تمام آباء اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے اور یہ انبیاء، مرسلین اور اوصیاء و صالحین کا عمل ہے [1]

حلال امور کے لئے کوشش کرنا یا اسلامی اداروں کی خدمت، لوگوں کی ہدایت، ان کی تعلیمی و تربیتی امور کی ذمہ داری قبول کرنا مسلم انسان کی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ نبی یا امامؑ ہو یا انکا تابع، ہاں اس حیثیت سے فرق ہے کہ رسولؐ اور امام کا علم لدنی ہوتا ہے، انہیں وحی و الہام کے ذریعہ علم حاصل ہوتا ہے جبکہ فقہاء اور علماء کا علم اکتسابی ہوتا ہے، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے حصول علم کے لئے پوری محنت و کوشش کریں اور اس کے بعد لوگوں کے ان امور کی ذمہ داری قبول

---

1. بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۶۶۔

جن میں مہارت رکھتے ہوں۔

واضح رہے کہ یہ افراد الگ سے ایسا کام نہیں کر سکتے کہ جس سے اپنی زندگی گذار سکیں اور آذوقہ فراہم کر سکیں تو پھر اسی ذمہ داری کی انجام دہی کے عوض مسلمانوں کے بیت المال سے ان کو اتنا دیا جائے کہ جس سے ان کے اخراجات پورے ہو سکیں یا وہ خود اپنی ضرورت بھر بیت المال سے پیسہ لے لیں، جیسا کہ بیت المال ہی کے پیسہ سے مدارس، مساجد، موسسۂ خیریہ اور ان میں کام کرنے والوں کو بھی بیت المال ہی سے تنخواہ دی جاتی ہے۔

دوسری طرف جنگ و جہاد میں بھی شریک ہوتے تھے، تاریخ میں واضح الفاظ میں ہم یہ دیکھتے ہیں، وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح بہادری کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے تھے، یہانتک کہ رسولؐ بہت سے معرکوں میں زخمی بھی ہوئے ہیں، جنگ احد میں تو آپؐ سے دفاع کرنے میں اگر علیؑ کی شجاعت و جوانمردی نہ ہوتی تو قریب تھا کہ آپؐ شہید ہو جاتے [1]

اور رسولؐ کے بعد خود حضرت علیؑ نے بھی اصلاحی اور دفاعی معرکوں میں شرکت کی ہے۔ اور اسی طرح آپؐ کے فرزند امام حسنؑ نے اپنی برحق خلافت

---

[1] مناقب آل ابی طالب ج ۱ ص ۱۹۲۔

جس کو معاویہ بن ابی سفیان فریب وچالاکی سے ہڑپ کر لینا چاہتا تھا۔ سے دفاع کے سلسلہ میں جنگ کی۔ اسی طرح ہم امام حسینؑ کو دیکھتے ہیں آپ نے خود اور آپ کے اہل بیتؑ وانصار نے اموی سرکشوں سے جنگ کی اور دین حق پر اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہو گئے۔

کیا امام علیؑ اور آپ کے دونوں فرزند، حسنؑ وحسینؑ کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ عیش وآرام سے اپنے گھر میں بیٹھے رہتے اور مشرکین، مفسدین کو معجزہ کے اسلحہ سے تباہ کر دیتے؟! انہوں نے خود کو اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب کو جہاد وجانکاہی کی مشقت میں کیوں مبتلا کیا؟! کیا دین، خدا کا دین نہیں ہے، اسے آسمان سے لشکر بھیجنے چاہئیں اور معجزہ کے ذریعہ اپنے دین کی مدد کرنا چاہئے تاکہ نبی، اہل بیتؑ اور مسلمان ہر مصیبت اور مشقت سے امان میں رہیں؟!

بعض لوگوں کی تو بڑی تمنا تھی کہ انبیاء اور ان کے اصحاب دونوں معرکہ سے دور بیٹھے رہتے اور اپنے آسمانی اعجاز کے ذریعہ اپنے دشمنوں کی شکست دیکھتے!

آپ جانتے ہیں جنگ احد میں رسولؐ کو اپنے چچا حمزہ کے شہید ہو جانے کا کتنا غم تھا۔ کیا آپؐ معجزہ سے کام لیکر اپنے چچا کو قتل ہونے سے

نہیں بچا سکتے تھے، کیا انہیں دوبارہ زندہ نہیں کرسکتے تھے؟!

بلکہ جب تک معجزہ سے کام چلتا اس وقت تک کسی مشقت وجہاد اور جانفشانی میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

امام حسینؑ کے بعد ائمہؑ میں سے ہر ایک کو زہر سے شہید کیا گیا۔ زہر نے ان کے اندر کیوں اثر کیا؟ کیا وہ معجزہ سے زہر کے اثر کو ختم نہیں کرسکتے تھے؟

امام رضاؑ کو زہر دیا گیا اور آپؑ نے خود کو اس سے نہیں بچایا اور نہ ہی معجزہ کے ذریعہ ان اصحاب کو بچایا جنہیں حکومت وقت پراگندہ کررہی تھی جیسے دعبل خزاعی جس نے نصرت اہل بیتؑ میں اپنی پوری عمر گزاری تھی، جیسا کہ تاریخ لکھتی ہے پچاس سال تک اپنی پھانسی کی لکڑی کو اٹھائے پھرتے رہے۔ امام رضاؑ کی خدمت میں پہونچے تو اپنا مشہور تائیہ قصیدہ پڑھا اور جب یہ شعر پڑھا:

لقد خفت فی الدنیا و ایام سعیها

و انی لارجوا الامن بعد وفاتی

میں اس دنیا اور اس کی کوشش کے زمانہ میں ڈرتا رہا۔ اور امید ہے کہ وفات کے بعد سکون میسر ہوگا۔

اس پر امام رضاؑ نے ان کے لئے دعا کی: خدا انہیں روز قیامت

امان میں رکھے گا[1]

. کیا امامؑ آخرت سے قبل اس دنیا ہی میں ان کا خوف دور نہیں کر سکتے تھے؟ بالکل کر سکتے تھے. لیکن یہ امان حیات میں جو سنت الٰہی ہوتی ہے اس کے خلاف ہوتی،، اور انبیا،، ہمارے نبیؐ اور اہل بیتؑ بشر ہیں بس آسمان سے ان کی تائید ہوتی ہے. وہ سنت الٰہیہ کے ساتھ چلتے ہیں امید اور تمناؤں کے ساتھ نہیں. آزمائش و ابتلا سنت الٰہی ہے بے پروائی سستی اور نازو نخرا سنت نہیں ہے. بیشک انبیاء اور ان کے اوصیاء ہمیں خدا کی سنتوں سے متعارف کرنے کے لئے آئے تھے نہ یہ کہ خود ان کی مخالفت کرتے جیسا کہ خدا فرماتا ہے.

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب[2]

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ آسانی سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے جبکہ ابھی تمہارے سامنے پہلی امتوں کی مثال نہیں آئی ہے جنہیں فقر و فاقہ اور پریشانیوں نے گھیر لیا.

---

1. اعیان الشیعہ ج ۶ ص ۴۰۴ ۔ طبع دار المعارف بیروت 2. بقرہ : ۲۱۴ ۔

اور اتنے جھٹکے دیئے گئے کہ خود رسولؐ اور ان کے ساتھیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آخر خدائی مدد کب آئے گی. آگاہ ہو جاؤ خدا کی مدد بہت قریب ہے.

رسولؐ اور آپؐ کے اہل بیتؑ میں سے ائمہؑ مسلمانوں کو خصوصاً ان لوگوں کو جو ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور ان سے محبت رکھتے ہیں، یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جنت کے راستہ کو عمل کرنے والے ہی طے کر سکتے ہیں اور اور عمل جتنا دشوار و تلخ ہو گا اتنا ہی پسندیدہ ہو گا۔

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے سخت کوشی اور جانفشانی سے بلند درجات اور دائمی راحت حاصل ہوتی ہے۔

یہاں امام رضاؑ کے شاعر، دعبل سے تعلق کی طرف اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ ہمیں امام رضاؑ کے ان معجزات کا اذعان ہو جائے جو کہ ذمہ داری اور جنبش کے ساتھ مخلوط تھے وہ دعبل کو امام رضاؑ نے سو دینار ہدیہ دیئے، لیکن دعبل نے مذکورہ رقم واپس کرتے ہوئے عرض کی: اس کے بجائے اپنے لباس میں سے کوئی لباس دیدیجئے تا کہ میں اپنے پاس بطور تبرک رکھوں. اس پر امام رضاؑ نے دیناروں کی تھیلی بھی دعبل ہی کو دیدی اور ایک جبّہ بھی دیدیا اور خادم سے کہا کہ ان سے کہدو کہ اسے لیلو عنقریب تمہارے کام آئے گا. اسے واپس نہ کرنا۔

دعبل اپنے قافلہ کے ساتھ شہر "قم" کی طرف روانہ ہوئے۔
راستہ میں ان پر راہزن ٹوٹ پڑے، قافلہ والوں کی مشکیں باندھ دیں اور سب مال و اسباب لوٹ کر آپس میں تقسیم کرنے لگے تو ان میں سے ایک نے بطور مثال کہا :

"میں انکے اموال کو ان کے غیروں میں تقسیم ہوتے دیکھ رہا ہوں ،"

دعبل خزاعی نے اس سے کہا : یہ کس کی بیت ہے؟ اس نے کہا : خزاعہ میں سے ایک شخص کی ہے۔ دعبل نے اس سے کہا اس قصیدہ کا کہنے والا میں ہوں دعبل خزاعی، اس پر اس شخص نے ان کے اموال واپس لوٹا دیئے۔ دعبل وہاں سے روانہ ہو کر قم پہونچے اور اپنا قصیدہ تائیہ سنایا۔ قمیوں نے انہیں بہت زیادہ مال سے نوازا اور کہا : امام رضاؑ نے تمہیں جو جبہ دیا ہے اسے ہزار دینار میں ہمیں دیدو! دعبل نے انکار کر دیا اور وہاں سے چل دیئے راستہ میں ایک جوان نے دعبل سے وہ جبہ چھین لیا۔ دعبل نے اہل قم سے کہا : جبہ واپس دیدو، انہوں نے کہا جبہ تو نہیں ملے گا اس کی قیمت ہزار دینار لے لو! کہا جبہ میں سے مجھے ایک ٹکڑا دیدو، انہوں نے دعبل کو ایک ٹکڑا واپس دے دیا۔

دعبل اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے جب گھر پہونچے تو دیکھا کہ

کہ گھر کا اثاثہ چوری ہو گیا ہے لھذا امامؑ رضاؑ نے جو سو دینار عطا کئے تھے ان میں سے ایک ، ایک سو دینار کا فروخت کیا اس موقعہ پر انہیں امام رضاؑ کا قول یاد آیا کہ عنقریب تمہارے کام آئیگا ۔[1]

بس ہمیں حیات کو اسی طرح سمجھنا چاہیئے جیسا کہ خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے :

کلاً نمد ھؤلاء وھؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظوراً ۝ انظر کیف فضلنا بعضھم علیٰ بعض وللاٰخرۃ اکبر درجات و اکبر تفضیلا ۔[2]

ہم آپ کے پروردگار کی بخشش سے ان کی اور ان کی سب کی مدد کرتے ہیں ۔ اور آپ کے رب کی بخشش کا دروازہ ۔ کسی کے لئے بند نہیں ہے ۔ دیکھیئے ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور پھر آخرت کے فضیلت اور درجات اور زیادہ بڑے ہیں ۔

اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے یہاں تک کہ انبیاء اور اولیا بھی

---

[1] مناقب آل ابی طالب ج ۴ ص ۳۳۹ ۔ [2] سورہ اسراء : ۱۹ ۔ ۲۱ ۔

بے شک زندگی عناصر خیر اور عناصر شر میں ٹکراؤ اور جنگ کا نام ہے اور پھر وسائل سب کے لئے بخشش ہیں، پس جو بھی زیادہ کوشش کرے گا اور سستی نہیں کرے اسے زیادہ سے زیادہ وسائل حاصل ہوں گے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ خیر کے لئے وسائل کو بروئے کار لاتا ہے یا شر کے لئے جیسا کہ اس سلسلہ میں مومن و کافر کے درمیان بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

خدا نے اسی نہج پر حیات کو پیدا کیا ہے ارشاد ہے:

ولقد خلقنا الانسان فی کبد [1]

ہم نے انسان کو مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے

---

[1] سورۂ بلد: ۴۔

معجزہ کسی چیز کا بدل نہیں ہو سکتا

نیکیوں یا برائیوں کی طرف بڑھنے میں انسان کی کوشش کا دخل ہے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے وہ تمام مشقتیں اور تکالیف برداشت کر لیتا ہے مومن کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا نے اس سے جدّوجہد اور کوشش طلب کی ہے ۔ اس سلسلہ میں اس کے اور غیر مومنوں کے درمیان کسی قسم کا فرق نہیں ہے ، کیونکہ روز قیامت جب مومنین جنت میں اور معاندین جہنّم داخل ہوں گے ۔ **سعی و عمل** خدا کی عدالت کا معیار ہو گی ۔ اگر اس کے لئے بھی خدا معجزہ پیدا کر دیتا اس سے مومنین کا کردار اور صلاحیت ناکارہ ہو جاتی اور دوسری طرف معاندین کو خدا کی عدالت پر اعتراض کرنیکا موقع مل جاتا ۔

یہ اعتقاد کہ اخیار کے جہاد کے بغیر خدا معجزہ کے ذریعہ اشرار کو ناکام کرتا ہے غلط اعتقاد ہے ۔ اور قرآن و حدیث ، سیرت نبوی ؐ اور زندگانی اہل بیت ؑ کی سیرت اس پر کوئی دلیل نہیں ہے ۔ کیونکہ اس غلط عقیدہ سے دین کا ہر حکم بے کار ہے ۔ پھر جنت و جہنم کا کوئی فلسفہ نہیں رہ جاتا اور نہ خلقت انسان کی کوئی حکمت باقی رہتی ہے ۔

اور نہ ہی لوگوں کی طرف انبیاء بھیجنے اور حلال و حرام بیان کرنے کی کوئی علّت رہتی ہے۔

یہ کیونکر صحیح ہے کہ مسلمان بغیر مشقت اٹھائے یہ تمنا کرے کہ اسکی حیات سے مشکلات دور ہو جائیں جبکہ خدا نے ان مشکلات کو دفع کرنے کے لئے عقل، دین اور ارادہ کی قوت عطا کی ہے اور وسائل کی تسخیرات کے لئے اعضاء و جوارح عطا کئے ہیں؟!

اور کسی مجاہد کے لئے یہ کیسے صحیح ہے کہ وہ یہ تمنا کرے کہ اس کے جنگجو دشمن کے سر پر، منصوبہ سازی، قوت کی جمع آوری اور آپسی اتحاد کے بغیر چھت گر پڑے اور اس چھت گر پڑنے سے دنیا میں وہ مدح وثنا کا اور آخرت میں بہترین جزا کا مستحق قرار پائے؟!

اس حقیقت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ خدا کی عدالت مومنین اور غیر مومنین سب کیلئے ہے، غیر مومنین نہ دنیا میں اعتراض کر سکتے ہیں اور نہ آخرت میں جہنم میں جاتے وقت احتجاج کر سکتے ہیں۔

مسلمانو!

اسلام اسلئے نہیں آیا ہے کہ وہ اپنے اتباع کرنیوالوں کو خیال بافی اور ناز و نخرے کا عادی بنائے۔ مثال کے طور پر جب آپ اپنے بچے کو ناز و نعم میں پرورش کریں گے اور اس کے ہر چھوٹے بڑے مطالبہ کو پورا کریں گے،

اسے کوشش نہیں کرنے دیں گے تاکہ وہ جدّوجہد کرے اور اپنے اندر خوداعتمادی پیدا کرے تو آپ نے اس پر ظلم کیا اور اس کے مستقبل کو برباد کر دیا، شاید دلی طور پر آپ ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے کیوں؟ اسلئے کہ جب یہ عیش و آرام میں پرورش پانے والا بچہ جب بڑا ہوگا تو اس وقت وہ مشکلات کو برداشت نہیں کرسکے گا اور نہ ہی یہ ارادہ اور کامیابی حاصل کرنے کے سلسلہ میں اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی لذت محسوس کر سکے گا اور اسی طرح یہ اس شخص جیسا لطف بھی نہیں اٹھا پائے گا جو زندگی کی سختیوں سے حیات کا لطف اٹھانے کی خاطر جنگ کرتا ہے۔

ایسے شخص کو، کہ جس کو آپ نے مقابلہ بازی اور اقدار کی لذت سے محروم کیا ہے، یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ آپ پر لعنت و ملامت کرے کیونکہ آپ نے اس سے روحِ اعتماد کو چھینا ہے اور اسکی خوداعتمادی کو سلب کیا ہے۔

جب خیال باف لوگوں کے لحاظ سے یہی طے ہے کہ خدا کو مسلمانوں کے لئے معجزے دکھانا چاہئے اور وہ محلوں میں بیٹھے رہیں، اور ان کے حکّام عقلمند ترین حکّام، ان کی سیاست کامیاب ترین سیاست، ان کے شہر بہترین شہر ان کی بہترین عمارات، صاف ستھرے راستے، مواصلاتی سسٹم اسپتال، مدارس، یونیورسٹیاں اور مساجد کارخانے اور فوجی توانائی کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ ہوں۔

کیا یہ مضحکہ خیز خیالات اور جاہلوں جیسی تمنائیں نہیں ہیں ؟

بالفرض اگر یہ خیالات پورے بھی ہو گئے تو پھر جنت اور جہنم کا کوئی مفہوم باقی رہتا ہے ؟ کیا خدا کی عدالت اور حرّیت کا کوئی مفہوم باقی بچتا ہے ؟

ہمارا پروردگار ہرگز اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے یہانتک ان پر بھی ظلم نہیں کرتا جو اس پر ایمان نہیں لائے ہیں ۔

حکمت وعدالت کا تقاضہ یہ ہے کہ کام کرو بلندی پر پہونچو اور اگر زندگی میں مشکلات پیش آتی ہیں تو ان سے بھی بہت سے فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں ۔ کیونکہ مشکلوں میں ہی انسان اپنے نفس کی قیمت پہچانتا ہے اور سب کو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں جنت کا مستحق ہے ۔

کیا آپ پڑھائی کے زمانہ میں راتوں کو جاگ کر پڑھنے والے اور سکنڈ ڈویژن پاس ہونے والے طلبہ میں فرق محسوس نہیں کرتے کہ کتنی مسرت ہوتی ہے اور دوسرے لوگ اسے کس احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔

یقیناً وہ اس کا مستحق ہے ۔ اسی طرح ہمیں زندگی کے ہر مرحلہ میں سعی وکوشش کرنا چاہیئے تاکہ ہم خدا کی رضا اور اسکی ہمیشہ رہنے والی جنت کے مستحق قرار پائیں ۔

جب خدا کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے...

جب آپ ان حقائق سے واقف ہو گئے اور ان سے آپ کا نفس مطمئن ہو گیا تو اب ہم یہ بتا دیں کہ کچھ ایسے مواقع ہیں جہاں ہمارا پروردگار معجزہ کے ذریعہ دخل دیتا ہے۔ لیکن معجزہ کو ان واجب کاموں کا عوض قرار نہیں دیتا ہے جو بندوں پر واجب ہیں۔

مشکل یہ ہے کہ ہم میں سے بعض لوگ اپنی فکر و خیال کے مطابق معجزہ چاہتے ہیں۔ مثلاً امام رضاؑ کے روضہ میں بم رکھنے والے کے لئے یہ تمنا کرتے ہیں کہ اسی وقت اس کے ہاتھ کٹ جاتے یا وہ اسی جگہ پتھر بن جاتا یا کم از کم وہ بم نہ پھٹتا۔

بعض حضرات یہ سوچتے ہیں کہ حرم امام حسینؑ کو کوئی صدمہ نہ پہونچتا یا حضرت عباسؑ کے حرم کو گنبد کو کوئی نقصان نہ پہونچتا یا کوئی شخص یہ تمنا کرتا ہے کہ عراق میں عتبات مقدسہ پر ٹینکوں سے حملہ کرنے والا کمانڈر حملہ کرنے

سے پہلے ہی خاک ہوجاتا۔

خداوند عالم فرماتا ہے : میں اپنے طریقہ سے معجزہ دکھاتا ہوں نہ کہ تمنا کرنے والے کاہل تیرنے طریقہ سے!

مثلاً کربلا میں امام حسینؑ کی شہادت کے بعد خدا نے چاہا کہ مختار ثقفی۔ جو کہ ابن زیادؒ کی قید سے رہا ہوئے ہیں۔ کا انقلاب بپا ہو چنانچہ مختار نے مجرموں اور قاتلوں سے انتقام لینے کے لئے تلوار کھینچ لی اور امام حسینؑ کے قتل کا حکم دینے والے ابن زیاد کا سر قلم کر دیا اور پھر ابن زیاد کے مددگاروں کو چن چن کر مارا سب سے پہلے فوج کے سپہ سالار عمر بن سعد کو بنت رسولؐ کے بیٹے حضرت حسینؑ کا سر قلم کرنے والے شمر ذی الجوشنؒ کو گرفتار کیا اور اسے اسی طریقہ سے قتل کیا جس طرح اس نے حسینؑ اور بنی ہاشم کے مظلوم جوانوں کو قتل کیا تھا۔

راوی کہتا ہے : میں مدینۂ رسولؐ میں داخل ہوا اور امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے کوفہ کے حالات معلوم کئے میں نے کہا: وہاں سے چلتے وقت مجھے کوئی خاص خبر نہیں ملی تھی۔ فرمایا : کیا حرملہ بن کاہل اسدی ابھی تک زندہ ہے ؟ !۔ حرملہ علی اصغرؑ کا قاتل ہے جب بچہ اپنے بابا امام حسینؑ کے ہاتھوں پر پیاس سے تڑپ رہا تھا حرملہ نے تین بھال کا تیر مارا تھا۔

اہل بیتؑ کو جتنا اس فاجعہ کا غم ہوا تھا اتنا کربلا میں رونما ہونے والے کسی حادثہ کا غم نہیں ہوا تھا۔ اسی لئے امام زین العابدینؑ نے بطور خاص اس خبیث قاتل کے بارے میں سوال کیا۔

راوی کہتا ہے: ہاں فرزند رسولؐ وہ زندہ ہے اور کوفہ کی گلی کوچوں میں گھومتا ہے۔ یہ سن کر امامؑ نے آسمان کی جانب ہاتھ بلند کئے اور دعا کی: اے اللہ آخرت سے پہلے اسے دنیا میں آگ کا مزہ چکھا دے۔

راوی مزید کہتا ہے: ابھی میں واپس کوفہ نہیں پہونچا تھا کہ معلوم ہوا کہ کوفہ میں مختار کا انقلاب کامیاب ہو چکا ہے میں کوفہ میں داخل ہوا وہاں ایک جگہ جم غفیر دیکھا، میں بھی جم غفیر کے پاس پہونچا تو معلوم ہوا کہ مختار نے پیاسے بچے ۔ علی اصغرؑ ۔ کے قاتل حرملہ کا وہ ہاتھ قطع کر دیا ہے جس سے اس نے تیر مارا تھا پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔

میں مختار کے قریب آیا اور اپنے دل میں سوچنے لگا۔ سبحان اللہ! کتنی جلد ۔ امام زین العابدینؑ کی دعا مستجاب ہوئی۔ اس کے بعد میں نے مختار سے وہ بات بتائی جس کے بارے میں امامؑ نے مجھ سے سوال کیا تھا۔ اور دعا کی تھی، یہ سن کر مختار خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر پڑے کہ انہوں نے امامؑ اور آپ کے اہل بیتؑ کے دکھے ہوئے دل کو خوش کیا ہے۔

کیا یہ عمل معجزہ نہیں ہے معجزہ کا بعض لوگوں کی خواہشات کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر خواہشیں ایسے تخیلات کی طرف تمایل رکھتی ہیں جو کہ حکمت، بلند مفاہیم، عظیم مقاصد اور سنن الٰہیہ سے خالی ہوتے ہیں۔

یہ بھی تو معجزہ ہی ہے کہ تاریخ بشریت میں لوگوں میں ائمہ کی محبت بڑھتی ہی چلی جارہی ہے اور اذیتوں، جرائم اور قتل کے باوجود لوگ ان کے عتبات کی طرف بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ اور روضۂ امام رضاؑ میں ضریح کے پاس دھماکہ کے بعد عنقریب آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ امام رضاؑ کے زائروں کی تعداد میں اضافہ ہوگا [1]!

کوئی بشر ائمہؑ کی اس محبت کا اندازہ نہیں لگا سکتا ہے جو کہ گذشتہ

---

[1] یہ بات میں نے ۱۴۱۵ھ میں کہی تھی اور اس کتاب کا سن طباعت ۱۴۱۸ھ ہے۔ ان تین برسوں میں زائرین کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، میں نے عراق جانے والوں سے سنا ہے کہ عراق کے عتبات مقدسہ کے زائرین کی تعداد بھی بڑھی ہے یہ بڑھتی ہوئی تعداد اس بات کی دلیل ہے کہ، ذہنی سکون کا فقدان، زائرین کی ایذا رسانی اور عتبات مقدسہ میں بزدلانہ حرکت سے اہل بیتؑ کے محبوں کا عقیدہ کبھی کمزور نہیں ہوگا۔

اسلامی صدیوں میں کروڑوں دلوں میں جاگزیں رہی ہے اور انہیں غم والم کے ساتھ ائمہؑ کے مرقدوں پر لے گئی ہے۔ چنانچہ وہ ان کی ضریح کے پاس آنسو بہاتے ہیں اور تاحیات ان سے بیعت و محبت کا اعلان کرتے ہیں۔

یہ صورت گذشتہ زمانے کی ہے جبکہ ان کے لئے بہت سے خطرات تھے کیا ائمہؑ سے ان کا یہ لگاؤ اور الفت ایک قسم کا معجزۂ الٰہیہ نہیں ہے؟!

مومنو! ہم سے کس چیز کا مطالبہ کیا گیا ہے

ہمارا عقیدہ ہے خدا مہلت دیتا ہے۔ بیکار نہیں بناتا اور یہ خدا کی سنت نہیں ہے کہ وہ ارادہ کو سلب کرے اور انسان کی آزادی چھین لے، یہانتک کہ اسکی آزادی اسوقت بھی نہیں چھینتا جب انسان اپنی آزادی سے خدا کی معصیت کرتا ہے یا کوئی جرم کرتا ہے، ہاں خدا اپنی حجت اس پر تمام کرتا ہے پھر اس سے قصاص لینے کا کوئی مناسب وقت مقرر کر دیتا ہے۔ مومنوں کو خدا اور اس کے صفات کے بارے میں اس حقیقت کا محکم عقیدہ رکھنا چاہئے اور طمانیت اور تسلیم کے بلند درجات پر پہونچنے کے لئے یقین کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ وہ شیاطین کے وسوسوں اور مغرضوں کے پروپگنڈوں سے متاثر ہوکر راہ راست سے بھٹک نہ جائیں۔

بیشک اہل بیتؑ کے جو شیعہ، واحد احد اللہ اور اس کے رسول محمدؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور گمراہ کرنے والے فتنوں اور دشواریوں کے زمانے میں

زندگی گزارتے ہیں خدا نے ان لوگوں کے لئے جنت تیار کر رکھی ہے جو اپنے سامنے گمراہیوں کے فتنے دیکھتے ہیں اور ان میں مبتلا ہونے سے ڈرتے ہیں اور کامیابی کیساتھ ان سے نکل آتے ہیں۔

یہ مت کہو کہ کہاں ہے آسمانی مدد اور کہاں ہیں خدا کے معجزات کہ ان ناصبوں اور ظالموں کو لگام دیں بلکہ یہ کہو کہ وہ خلل و رخنہ کہاں ہے جہاں سے یہ ناصبی اور ظالم و تجاوز کرنے والے آتے ہیں۔ بس ہمیں اپنے ایمانی، فکری، اخلاقی اور اجتماعی اداری اور اقتصادی امور کی اصلاح کرنے کی سوچنا چاہیئے۔ اس کے بعد خدا اپنے صالح بندوں کی معجزات کے ذریعہ مدد کرتا ہے۔

جن لوگوں کے دینی اعتقادات مصائب اور دشمنان اسلام کے پروپگنڈوں کے وقت متنزلزل ہو جاتے ہیں، ان سے خدا کہتا ہے: اس کے کیا معنی ہیں: ٹھہرو ٹھہرو! احکام صادر کرنے میں جلدی نہ کرو اور نہ منصوبہ سازی میں عجلت نہ کرو ورنہ اس طرح حالات بدتر ہو جائیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ خدا انہیں ایسے ہی آزمائے گا جیسے مجرمین کو، لیکن فی الحال تمہارے امتحان کا وقت ہے، جو لوگ امام رضاؑ کے روضہ میں بم رکھتے ہیں تو ایک طرف تو ان کی یہ قتل و غارت گری ان کے اعتقادی اخلاقی اور انسانی تہی دامنی ثابت کرتی ہے دوسری طرف خدا بھی ان سے درگذر نہیں کریگا

مگر یہ زمانہ مجبوُ!، دوستو! تمہارے امتحان کا ہے۔

پس یہ تمہاری محبت وولا تمہیں امتحان کے مرحلہ سے سلامتی و کامیابی سے گزارتی ہے یا بھڑک اٹھتی ہے کہ جس کے نتیجہ میں تم شک و شرک کے کیچڑ میں گر پڑو! خدا ہمیں اور تمہیں اس سے محفوظ رکھے۔

لہذا میری نظر میں حقیقی بم وہ ہے جو شک کی صورت میں ذہن میں پھٹتا ہے۔ لیکن جو بم مسجدوں اور عتبات مقدسہ میں پھٹتے ہیں وہ تو صرف مجرم اور معًا نیک افراد کا امتحان ہے، لیکن دونوں کی صورتیں مختلف ہیں، آپ ذرا سلمان رشدی اور اس جیسے افراد کو دیکھئے مرنے سے پہلے ہی ان کے لئے جہنم تیار ہو گیا سکون کی لذت سے ناآشنا ہیں، نیند کی حالت میں بھی خوف زدہ رہتے ہیں لیکن خدا تمہارا امتحان لینا چاہتا ہے۔ کیا جھوٹ، تشکیکی چیزیں اور افواہیں آپ کے ایمان بالغیب کو سلب کرتی ہیں یا اس سے تمہارے ایمان اور اس کی راہ میں مر مٹنے کے جذبہ میں اضافہ ہوتا ہے؟

ہم میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ بہتر یہ تھا کہ معجزہ ہوتا کہ جس سے عتبات مقدسہ کو نقصان نہ پہونچتا اور صدام کی توپوں کے گولے حضرت عباسؑ کے روضہ تک نہ پہونچتے اور امام رضاؑ کے روضہ میں خدا بم دھماکہ نہ ہونے دیتا۔

میں کہتا ہوں کہ ان مرقدوں پر ہم نے جو تعمیر کی ہے وہ ان میں

مدفون ذوات سے افضل نہیں ہے اور نیک ومقدس افراد سے افضل نہیں ہے کہ جن کا خون ظلم وزیادتی کیساتھ بہایا گیا ہے ؟

آئمۂ اہل بیتؑ پر ان کی حیات ہی میں بے پناہ ظلم ہوئے ہیں، زہر سے کلیجہ کے ٹکڑے ہوئے، نیزوں اور تلواروں سے پاکیزہ بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا۔ بعض نے مدت دراز تک قیدخانوں میں کلفتیں برداشت کیں۔ اگر عتبات کو انہدام سے بچانے کے لئے معجزہ ضروری وواجب ہے تو بہتر یہ تھا کہ ان کی حیات میں انہیں تکلیف وایذا سے بچایا گیا ہوتا۔ اور تلواروں اور نیزوں کو ان کے پاکیزہ ابدان تک نہ جانے دیا گیا ہوتا اور امام حسینؑ اور بنی ہاشم کے جوانوں کے ساتھ جو المیہ پیش آیا ہے اور ان کے باایمان اصحاب عورتوں اور بچوں کو کربلا، کوفہ اور شام میں جو اذیتیں دی گئی ہیں ان سے بچایا گیا ہوتا۔

فراموش شدہ

مقدسات

برادران محترم : جان لو کہ جہاں صحیح اسلام ہمارے عتبات مقدس کو بڑی اہمیت دیتا ہے وہاں یہ بھی تاکید کرتا ہے کہ مومن انسان کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں کیا جا سکتا ہے ، اس کی اہمیت و قدسیت بیت اللہ الحرام کی عظمت و قدسیت سے بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ اس کے مقدس ہونے کا مقصد ان الٰہی اقدار کا التزام ہے جو انسان کو زمین پر خلیفۃ اللہ بنانے کیلئے نازل ہوئے ہیں۔

رسولؐ کی اس حدیث میں غور کیجئے کہ جسکو شیعہ و سنی دونوں نے اپنی اپنی معتبر کتابوں میں نقل کیا ہے۔ رسولؐ نے کعبہ کو دیکھا اور فرمایا : مرحبا اے لعبۂ محترم۔ خدا کے نزدیک تیری کتنی عظمت ہے اور کتنی زیادہ حرمت ہے لیکن خدا کی قسم مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔ کیونکہ خدا نے تیرے لئے ایک چیز حرام کی ہے اور مومن کی تین چیزوں کو۔ اس کے مال خون اور اس

کے بارے میں بدظن ہونے کو حرام کیا ہے !

مقدسات کے درجات ہیں اور مومن کے بھی درجات ہیں جسکی حرمت و قدسیت خانۂ کعبہ کے پتھروں سے زیادہ ہے اس دنیا میں صدام اور اس جیسے بھی پائے جاتے ہیں جو ہزاروں بلکہ لاکھوں مومنوں کو قتل کرتے ہیں ۔

خدا کی قسم اگر خون مسلم کی قدر و قیمت ہوتی اور ہمارے ملکوں میں انسان کے کچھ حقوق ہوتے تو عتبات مقدسہ کی بے حرمتی نہ کی جاتی ۔ اور جب ہم آپس ہی میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں تو کفار اور استعمار سے ہم کیا توقع رکھتے ہیں ۔

معجزہ یہ نہیں ہے کہ پتھروں کی حفاظت کی جائے جیسا کہ انسانوں کی حفاظت معجزہ نہیں ہے پتھروں سے کہیں بلند و برتر ہیں اور پھر اگر معجزہ ائمہؑ کی حفاظت کرسکتا تو واقعۂ کربلا کیوں رونما ہوتا ۔ واقعۂ کربلا ہمارے لئے درس عمل ہے ۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ حق و باطل کے درمیان مسلسل جنگ ہی سے حیات قائم ہے اور جب ہم یہ جان گئے کہ آخرت میں خدا سے ثواب حاصل کرنے اور دنیا میں عزت پانے کیلئے حق سے دفاع ضروری ہے پس اگر جنگ کے میدانوں کو معجزات سے سر کیا گیا ہوتا تو پھر یہ اسباق کیوں پائے جاتے ہیں جنہیں ہم مجالس میں سنتے ہیں ، ان اسباق میں سب سے اہم سبق امتحان ہے ۔

اب اس عتبات مقدسہ کی حفاظت اور مرقد امام رضاؑ میں رکھے جانے والے بم کے اثر کو ختم کرنے کے لئے معجزہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ، جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں، خدا نبیؐ یا وصی کو معجزہ اپنے دعویٰ کی صداقت کے اثبات کیلئے عطا کرتا ہے۔

اور پھر اہل بیتؑ کی صداقت اور ان کا حق تو واضح و آشکار اور ثابت ہے مسلمانوں۔ سنی شیعوں۔ کی کتابیں اہل بیتؑ کے فضائل و مناقب کے سلسلہ میں لکھی گئی ہیں۔ ہم اس چیز کو ثابت کرنے کے لئے ہمیشہ علمی گفتگو کے لئے تیار ہیں۔ ہم اسے قرآنی، روائی، علمی اور اپنے عقائد کی مطبوعہ اور دنیا بھر میں پائی جانے والی کتابوں سے ثابت کریں گے۔ جب حقیقت یہ ہے تو اس کے اثبات کے لئے معجزہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں حق کے آشکار ہو جانے اہل بیتؑ اور ان کے مذہب حقیقیؑ اسلام کی حقانیت و اولویت کی معرفت کے بعد اہل بیت کے دستورات کو اچھی طرح جاننا اور ان کی بتائی ہوئی راہ پر ثابت قدم رہنا اور ان کے راستہ کے نشانات کی تبلیغ میں کوشش کرنا چاہیئے۔

اس صورت میں دنیا بھر کے لوگوں تک واضح اور دلچسپ انداز میں اہل بیتؑ کے پیغام کو پہونچانا واجب ہے اس ابلاغ میں ان تصرفات سے الگ رہا جائے جو بعض شیعوں نے کئے ہیں۔

کیونکہ پیغام اہل بیتؑ اور اس نجی تصرفات کے درمیان کوئی رابطہ نہیں ہے۔

تاریخ میں غیر شیعہ مصنفین نے بھی لکھا ہے کہ آئمہؑ اہلبیتؑ متقی ترین، اور علمی مناقب واخلاقی بلندیوں کے مالک تھے، دوسروں سے ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ان کو، ان کی عظیم وکریم خصلتوں نے اس منزل پر پہونچا دیا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ لوگوں کے رہبر اور متقی لوگوں کے امامؑ اورعدل کے منارے قرار پائے۔ جس نے ان عمل میں ان کا طریقہ اختیار کیا وہ خسارہ میں نہیں ہے۔ خسارہ میں وہ ہے جو معجزہ کے انتظار میں عمل میں پیچھے رہا اور خیالی تانابانا بنتا رہا۔

ان کے ارشادات میں یہ بھی ہے کہ ہم صحیح دین کو سمجھیں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اخلاق حمیدہ کا مظاہرہ کریں اور اپنے قوی و کمزور نقاط کو پہچانیں تاکہ ضعف کو قوت میں بدل سکیں۔

ان کے ارشادات میں سے بھی ہے کہ ہم انسان کی قدر وقیمت اور اس کی حرمت کو پہچانیں جس کی بنیاد پر اس کی غیبت کرنے، اس کی عزت سے کھیلنے، اسے ضرر پہونچانے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ لیکن بعض لوگوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ سنت رسولؐ پر عمل کرتے ہیں اور بعض سنت رسولؐ پر عمل کرنے کیساتھ اہلبیتؑ کے شیعہ ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔

اس سے وہ لوگوں کی صفوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں اور ان میں دشمنی پھیلاتے ہیں اور معاشرے میں پراگندگی اور عداوت کو فروغ دیتے ہیں اور اس سے مزید پستی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ جو آپ آجکل دیکھتے اور سنتے ہیں یہ بھی اسلامی ممالک کی مشکلات ہیں ان میں سے ایک ہمارے عتبات پر حملہ کرنا اور انہیں منہدم کرنا ہے۔

یہ ظلم جو اہل بیتؑ پر تشیع کا دعویٰ کرنے والے کرتے ہیں شاید نواصب کے تمام ظلم سے کہیں بڑا ہے جو انہوں نے اہل بیت کے حق میں کیا ہے اس چیز کو حضرت علیؑ کے کلام میں اس طرح دیکھا جا سکتا ہے۔ کما تکونوا یولیٰ علیکم۔

یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے جو پکار کر کہہ رہی ہے کہ ائمہؑ طاہرینؑ کے نشانات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں کتاب خدا اور سنت رسولؐ کا امتزاج ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے: انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون [1] ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

پھر وہ جانتے ہیں کہ ناصبوں اور ظالموں سے کیسے انتقام لیں خیال بافی کرنے والے نہیں۔

---

[1] حجر: ۹۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے: یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم ۔ سورۂ مائدہ : ۵۴

ایمان لانے والو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب خدا ایسی قوم پیدا کرے گا کہ جس کو وہ دوست اور وہ بھی اسے دوست رکھتی ہوگی، وہ مومنوں کے لئے خاکسار اور کافروں کے لئے سخت ہوگی، راہ خدا میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا ہے۔

اور پھر اگر ان کے عتبات مقدسہ کے لئے مٹ سکتے تو ۲۳۶ھ میں متوکل کے انہدام سے مٹ جاتے یا ۱۲۱۶ھ میں وہابیوں کے حملہ سے محو ہوجاتے۔ بلکہ سرافرازی کے ساتھ باقی رہے۔ ان برسوں میں ان پر دنیوی زندگی کو دیکھنے اور آخرت سے غافل رہنے والوں نے عتبات پر حملہ کرکے منہدم کیا تو وہ بعد والے برسوں میں بہترین انجینئرنگ اور محکم عمارت کی صورت میں ابھرے تاکہ یہ مومنین کی توجہ کا محور بن جائیں۔

اور رسولؐ، ان کے اہل بیتؑ کی توجہات ثابت قدمی سے کام لیں۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

اِن الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا و لا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ۱

بیشک جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اس کے بعد قیام کرتے ہیں ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں کہتے ہیں تم ڈرو نہیں، رنجیدہ نہ ہوؤ، اس جنت کی بشارت دیتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اس لحاظ سے نہ ہمکو کوئی خوف نہ قلق، خوف اس چیز سے ہوتا ہے جس میں مقدسات کی اہمیت سے غفلت کی بنا پر بعض لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں، یعنی جن اقدار کی طرف ہمارے ائمہؑ نے دعوت دی اور جن کے استحکام کے لئے انہوں نے جان دی، یہ اقدار دین کی روح اور زندگی کا مقصد ہیں، زندگی کے اقدار ایک دوسرے سے مکمل طور پر گتھے ہوئے ہیں۔ انہیں سے انسان، اور معاشرہ کو اس کا مقصد اور قدر و قیمت ملتی ہے۔ یہی انسان اور معاشرہ کے لئے خدا کا رنگ ہے اور اللہ سے بہترین کس کا رنگ ہے بشرطیکہ ہم کماحقہ اس کے عبادت گزار بن جائیں۔ —— (۱ فصلت: ۳۰)

اور وہ خالص طاعت سے گذر کر صرف ایک کی بندگی ہے

اور اس کا طریقہ ان لوگوں سے لیا گیا ہے کہ جن کو خدا نے ہر قسم کے رجس سے پاک رکھا ہے۔

منقول ہے کہ ایک آدمی نے امام جعفر صادقؑ سے اس عصا کے بارے میں سوال کیا جو آپؑ کے ہاتھ میں تھا: پوچھا گیا یہ عصا آپؑ کے جد رسول اللہؐ کا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں یہ عصا میرے جد رسولؐ کا ہے۔ اس شخص نے آگے بڑھ کر بابرکت سمجھتے ہوئے اس عصا کو چوما۔ اس پر امامؑ نے اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھا کر فرمایا: یہ رسولؐ کے گوشت کا ٹکڑا ہے۔

امام جعفر صادقؑ یہ بتانا چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ کی ذریت عصا سے افضل ہے، اسی طرح بھائیو! فراموش کردہ مقدسات، اور چھوڑے ہوئے اقدار کو زندہ کرنے کی طرف توجہ دو، خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

ومن عمل صالحًا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینه حیاۃ طیبة ولنجزینھم اجوھم باحسن ما کانوا یعملون [1]

---

[1] النحل: ۹۷

جو بھی مرد و عورت میں سے ایمان کی حالت میں نیک اعمال انجام دے گا ہم ضرور اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے اور انہیں اس سے بہترین اجر عطا کریں گے جو وہ عمل انجام دیتے ہیں۔

دوسرا حصہ

فکری انحراف اور عملی کجروی

اصلی اقدار

ہمارے اوپر ثقافتی حملہ کون کرتا ہے

امت کجروی اور انحراف میں کیوں مبتلا ہوئی؟

جب مسلمان قرآن کی روشنی میں غور و فکر کرے گا اور اس کی ہدایت کے مطابق قدم اٹھائے گا تو آگے بڑھنے اور عزت حاصل کرنے کی قسم کھائے گا۔

انہوں نے تو اس زمانہ میں اپنی اسلامی تہذیب کی بنیاد رکھی تھی جس زمانہ میں کجروی نے ہر میدان میں بشریت کے چہرہ کو مسخ کر دیا تھا۔ مگر خدا بُرا کرے حسد کا کہ جو انسان کے اندر موجود ہے اور یہ جس کے اندر ہوتا ہے اسے کسی بھی طرح دوسروں کے ٹیڑھے راستہ پر لگا دیتا ہے چنانچہ اس نئے دین کے وجود پذیر ہونے سے دشمنانِ اسلام کے مفادات کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا، وہ آپس میں اس دین کی نشر و اشاعت میں رکاوٹ

پیدا کرنے اور ملت اسلامیہ کو سرفرازی کی راہ پر چلنے سے روکنے کے بارے میں تبادلۂ خیال کرتے تھے۔

انہوں نے کہا: ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مسلمانوں کی تحریک کے بنیادی اسباب کو سمجھیں۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ ان اسباب میں اولین سبب، خالص اسلامی فکر ہے۔ کیونکہ اسلام سے پہلے سارے عرب جاہل تھے، امتوں کے درمیان ان کی کوئی قدرو قیمت نہیں تھی، اسلام نے ان کی عقلوں کو کھولا ہے اور انہیں کرامت کا درس دیا ہے، اور ان کے لئے ثقافت و تہذیب اور انسانیت کے راستہ کو واضح کیا ہے۔ کیونکہ یہی کسی تحریک کا نقطۂ آغاز ہے۔ لہذا اس مرکز کو برباد کرنا چاہیئے۔ اور اسکے بارے میں تشویش پیدا کی جانی چاہیئے۔

کیا انسان راستہ سے اندھیری رات میں نہیں بھٹک جاتا جبکہ اس کے پاس روشنی نہیں ہوتی؟ اور روشنی اسلام کا عرفان و علم۔ اور اس کے مفاہیم و مقاصد کی صحیح معرفت ہے۔ جس کو دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی عقلوں سے سلب کر لیا ہے۔ نتیجہ میں وہ اس راستہ سے ہٹ گئے جو ان کے اور تمام امتوں کے لئے برکت تھا۔ اس دشمن کی طرف لے جانے والا ذاتی و قومی حسد و جہالت اور حق سے انحراف ہے۔ اور اسی کو شیطان نے اختیار کیا تھا جب اس نے خدا کی طاعت سے سرکشی

کی تھی، اس نے بشریت کو بھی گھاٹا ٹوٹ بلکہ ہلاکت خیز تاریکی میں داخل کر دیا ہے
یہاں ہم چھ ادوار کی تحقیق پیش کرتے ہیں :

امویوں کا دور بنی امیہ کے دلوں میں کبھی بھی ایمان داخل نہیں ہوا ، انہوں نے مجبوری و نفاق کی وجہ سے اسلام قبول کیا تھا لہذا انہوں نے اسلام کی بنیادوں کو اندر اندر کھوکھلا کرنے کے لئے ۔ حدیث گڑھنے کی ٹکسال کھولی تاکہ اُس سے وہ مسلمانوں کے لئے اپنی حکومت اور اپنی گندی سیاست کی توجیہہ کر سکیں ۔

چنانچہ امویوں کی اسی فاسد، اسلام سے الگ اور رسول اکرمؐ کی طرف منسوب ۔ مارکۃ الخلافۃ الاسلام[1] ، ثقافت میں نسلیں گزر گئیں ، اس سیاست کا یہ طریقہ انہیں سرجون رومی عیسائی نے سکھایا تھا وہ اموی شاہی مجلس کابینہ میں معاویہ بن ابی سفیان کا مشیر تھا[2] نیز سرجون ہی نے یزید بن معاویہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ سے ہٹا کر کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجدے ۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں ۔ اضواء علی السنۃ المحمدیہ ، حدیث سے دفاع ۔ مولفہ ، شیخ محمود ابوریہ

[2] ملاحظہ فرمائیں : ثورۃ الامام الحسین ، تالیف : شیخ محمد مھدی شمس الدین ۔

کیونکہ امام حسینؑ کے چاہنے والوں کا قلع قمع کرنے کے لئے وہ مناسب دہشت گرد ہے۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ بنی امیہ، رسولؐ کو، خدا کی طرف سے بھیجا ہوا نبی تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ آپؐ کو بنی ہاشم کا ایک بادشاہ سمجھتے تھے جن سے بنی امیہ کو مدتوں سے حسد و کدورت تھی، اسی لئے بنی امیہ، رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ سے بغض و حسد رکھتے اور ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے تھے یہی بغض و حسد اور کدورتیں حضرت علیؑ کی خلافت کے درمیان اور اس سے پہلے ایک سازش کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ پھر رسولؐ کی شخصیت پر سے عداوت اتنے پردے ڈالے کہ تختِ حکومت پر چڑھ بیٹھے اور رسولؐ نے جو اپنی امت کے لئے فرمایا تھا اس میں تحریف کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اس نص میں غور کیجئے جو تاریخ میں محفوظ ہے۔

مسعودی نے اپنی تاریخ مروج الذہب میں — اور ابن ابی الحدید نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں زبیر بن بکار۔ جو کہ علیؑ کا دشمن تھا کی کتاب 'الموفقات' سے نقل کیا ہے — مطرف بن المغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: میں ابو مغیرہ کے ساتھ معاویہ کے پاس گیا، میرے باپ کی ان کے پاس آمد و رفت تھی اور معاویہ سے گفتگو کرنے کے لئے اس کے پاس جاتے۔

معاویہ اور اسکی عقل و تدبیر کا ذکر کرتے اور انکی کی بہت تعریف کرتے تھے ، ایک شب وہ معاویہ کی مجلس سے رنجیدہ لوٹے اور کھانا نہ کھایا میں نے گھنٹہ بھر ان کا انتظار کیا میں نے سوچا کوئی بات ہو گئی ہو گی . میں نے ان سے کہا : آج کی رات میں آپکو رنجیدہ کیوں دیکھ رہا ہوں؟

انہوں نے کہا بیٹا : میں تمہارے پاس، خبیث ترین انسان کے پاس سے آیا ہوں. میں نے کہا : کیا ہوا ؟

میں معاویہ کے پاس تنہا تھا ، میں نے کہا : اے امیر المومنین آپ اپنی مراد کو پہونچ گئے ہیں ، اب عدل کا اظہار اور نیکی کو فروغ دیں اور اپنے بھائی بنی ہاشم کو دیکھیں ان کے ساتھ صلہ رحم کریں ، خدا کی قسم اب ان کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے تم کو خوف لاحق ہو۔

تو اس نے مجھ سے کہا : افسوس ، افسوس ، بنی تیم سے ایک آدمی بادشاہ بنا تو اس نے عدل کیا خدا کی قسم جب وہ ہلاک ہو گیا تو اس کے ساتھ اس کا ذکر بھی ختم ہو گیا، مگر یہ کہ کوئی کہنے والا کہہ دیتا ہے . ابو بکر، پھر خاندان عدی سے ایک آدمی خلیفہ بنا اور اس نے کوشش کی اور دس سال تک حاکم رہا ۔ خدا کی قسم اس کے ہلاک ہونے کے ساتھ اس کا ذکر بھی فنا ہو گیا مگر یہ کہ کوئی کہنے والا ، عمر بن خطاب کہدیتا ہے . پھر ہمارے بھائی عثمان کی بادشاہت شروع ہوئی ۔

نسب میں ان جیسا کوئی نہیں تھا، ان کے ساتھ بھی جو ہوا سو ہوا،
قسم خدا کی وہ بھی ہلاک ہو گئے تو ان کا بھی ذکر ختم ہو گیا، لیکن بنی ہاشم کے بھائی۔ یعنی رسول اللہ۔ کا نام دن بھر میں پانچ مرتبہ چیخ کر لیا جاتا ہے۔ اشھد ان محمدا رسول اللہ۔ اس کے بعد اور کیا چاہیئے۔ مجھے اس نام کو مٹانے کے بعد ہی آرام ملے گا![1]

لیکن شیطان نے اس کے ذہن سے یہ بات نکال دی۔ بسا اوقات شیطان بھی یہ بھول جاتا ہے کہ۔ خدا ظالموں کی گھات میں ہے رسول ص اپنے بعد اپنی امت کے حالات سے علم غیب کے ذریعہ آگاہ تھے اسلئے آپ ص نے اپنے نواسہ حسین بن علی بن ابی طالب ع کو منافقین سے ٹکرانے کے لئے آمادہ کیا، چنانچہ امام حسین ع با آواز بلند کہتے ہیں۔ اگر دین محمد ص میں استحکام پیدا نہیں ہوتا ہے تو اے تلوارو آؤ مجھے باڑھ پر لے لو۔

اسی طرح رسول ص نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: حسین ع مجھ سے ہیں اور میں حسین ع سے ہوں۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں اہل سنت کی کتاب، نیز سید ہاشم معروف الحسینی کی کتاب "الانتفاضات الشیعیۃ"

نیز فرمایا : خون حسینؑ سے مومنین کے دلوں میں ایسی حرارت پیدا ہو جائے گی جو کبھی خاموش نہ ہو گی !

امام حسینؑ کے قتل اور آپ کی مظلومیت نے مسلمانوں کو بیدار کیا اور اسلام کے سلسلہ میں بنی امیہ کے جھوٹے دعوؤں کی قلعی کھول دی اور شہادت حسینؑ نے اس طرح بنی امیہؔ کو شکست دی، اور حریت پسند کہنے لگے : کہاں علیؑ اور کہاں معاویہ ؟ کہاں حسینؑ اور کہاں یزیدؔ ؟ حضرت علیؑ اور حضرت حسینؑ کے ذکر خیر اور ان کی قبور پر عالی شان ضریح کو دیکھئے اور معاویہ و یزیدؔ کی قبر اور بنی امیہ کے فاسقوں اور ان کی بداعمالیوں کو دیکھئے زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اس سے یہ بات تابھی ثابت ہو گئی کہ جب ہم ان عتبات کی طرف بڑھتے ہیں اور ان عظیم اشخاص کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور ان کی یاد مناتے ہیں تو یہ اس لئے کرتے ہیں تاکہ اس روحانی عظمت کو زندہ رکھا جائے جو ان کے اصلی اسلامی موقفوں میں جلوہ گر تھی اور ان کی تاسی و پیروی اور ان کی سیرت کی اقتدا کرنے کی دعوت ہو جائے ۔

! ملاحظہ فرمائیں نفس المہموم ص ۲۳ مولفہ شیخ عباس قمی ۔

ہم خدا کو چھوڑ کر ان کی پوجا نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ معاویہ اور یزید بن معاویہ کے پیروکار ہمارے اوپر تہمت لگاتے ہیں۔

یہی اسلامی اخلاق ہے، جس کو امتیں اختیار کرتی ہیں، ہر قوم و قبیلہ اپنے اپنے طریقہ سے اپنے بزرگوں کی یاد مناتا ہے۔ ہم اپنے ائمہؑ کی یاد مناتے ہیں، کہ وہ پوری بشریت کے بزرگ تھے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم بشریت کو یہ بتائیں کہ یہی ائمہؑ خدا کی وحدانیت تک پہونچاتے ہیں، شرک و ضلالت سے بچنے کے لئے نمونہ ہیں اور نیک و با فضیلت لوگوں کے درمیان سب کے سردار ہیں۔

ان لوگوں کے ذریعہ بھی اسلام دشمن طاقتوں نے اسلام کی عظمت گھٹانے کے لئے باطل چیزوں کی ترویج کی جو بظاہر مسلمان تھے اور وہ اس زمانہ میں بنی امیہ ہی تھے ... مگر امام حسینؑ نے اور اہل بیتؑ کے پیرو شیعوں نے اموی منصوبہ ناکام بنا دیا۔

عباسیوں کا دور

بنی عباس نے اہل بیتؑ پر ہونے والے مظالم سے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے مسلمانوں کے جذبات بھڑکائے، انہوں نے منافقانہ طور آل محمدؐ کی رضا کا نعرہ بلند کیا۔ یہ انہوں نے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور پھر ان پر حکومت کرنے کیلئے کیا تھا۔

لیکن مشکل یہ تھی کہ اکثر لوگ لاشعوری طور پر اموی حکومت کی ثقافت کے ٹکڑوں پر پل رہے تھے انکے سامنے پوری حقیقت بیان بھی کردی جاتی تب بھی وہ اسے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے، یہ جانتے تھے کہ عباسی اپنے خلاف ایک بات کہنے والے کو بھی پھانسی پر چڑھائیں گے یا پھر قید میں ڈال دیں گے [1]

---

1. تاریخ کی کتابوں میں عباسیوں کے ظلم ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح اہلبیتؑ اور انکے روشن فکر شیعوں پر ہونیوالے ظلم کی صورت بدل گئی تھی ۔ امام محمد باقرؑ اور آپکے فرزند امام صادقؑ نے امویوں کی حکومت کمزور ہو جانے اور عباسیوں کے حکومت سازی میں مشغول ہوجانے کی وجہ سے موقع سے فائدہ اٹھایا اور دین اسلام کی آئیڈیالوجی کی تصحیح اور اصلاح کی غرض سے ایک عظیم فکری مکتب کی بنیاد رکھی تاکہ لوگوں کی زندگی سے دین ختم نہ ہو سکے ۔ یہیں سے ہم پر ان دونوں ائمہؑ کی بلند کرداری یہاں تک کہ مذاہب اربعہ پر انکی فوقیت ثابت ہوجاتی ہے ۔ کہ مذاہب اربعہ کے بانیوں نے امام صادقؑ سے درس لیا ہے[1] اور یہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ اس زمانہ میں امت کے مرض کی صحیح تشخیص انہیں دو ائمہؑ نے کی تھی ۔ چنانچہ جب حکومت کی زمام عباسیوں کے ہاتھ میں آئی تو انہیں اس تشخیص کی اہمیت اور اس عظیم فکری مدرسہ کا راز معلوم ہوا تو، انہوں نے دونوں ائمہؑ کو دھوکہ سے زہر دیکر قتل کر دیا ، عباسیوں نے جعلی اور اور گڑھی ہوئی حدیثوں کو رسولؐ کے نام سے رواج دینا شروع کر دیا ، اور ایسی احادیث کو فروغ دیا جو ظالم خلفاء کو بے گناہ ثابت کریں اور مسلمانوں کو ان کے ظلم پر صبر کرنے کی دعوت دیتی ہیں ۔ اور انہیں ان کے خلاف خروج و شورش کرنے کو حرام قرار دیتی ہیں ۔

---

[1] تفصیل کیلئے استاد اسد حیدر کی تالیف "الامام الصادق والمذاہب الاربعہ" ملاحظہ فرمائیں ۔

اسی طرح عباسیوں نے ان کے درمیان رومانی افکار اور یونانی فلسفہ کا ترجمہ شائع کیا تاکہ مسلمان فکری اور اختلافی مسائل میں الجھ جائیں اور ان کے محلوں کی خوش طبعی میں رخنہ اندازی نہ کریں۔

اس طرح مسلمانوں کی ذہنیت پستی و تاریکی کا شکار ہوگئی، عباسیوں کے طریقۂ کار سے منفی اثر پڑا اور نتیجہ میں ان کے درمیان فرقے، اختلاف، دشمنی اور خرافات پھیل گئے۔

عثمانیوں کا دور

عباسیوں کا دور ختم ہوا تو اسلام اور مسلمانوں کو اور پستی میں ڈھکیلنے کے لئے عثمانی حکومت آئی اور یہ سرکشی، فساد اور اس کمزوری کا نتیجہ تھا جو اسلامی ممالک میں سرایت کر گیا تھا۔

تاریخ کی کتابیں ان کے بادشاہوں کی ایسی بیہودگیوں اور سیاسی حماقتوں سے بھری پڑی ہیں جن کا ذکر کرتے ہوئے بھی مسلمان شرم محسوس کرتا ہے اور خود اسکی طرف منسوب کرنے میں شرمندگی کا احساس کرتا ہے۔

مغرب والوں کا دور

پہلی جنگ عظیم کے بعد استعمار نے اس حکومت کو تباہ کرنے کیلئے۔ جس کو اسلامی حکومت کہا جاتا تھا اور اس کا دار الخلافہ ترکی تھا۔ سنہری موقع سے فائدہ اٹھایا۔

چنانچہ اسے اپنی حمایت میں چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم کر دیا اور ہر حکومت کا سربراہ اپنے گماشتہ کو مقرر کیا جو ان کے منصوبوں کو کامیاب بناتے تھے۔

چالاک برطانیہ والوں کی سیاست کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب عالمی جنگ کے دوران انہوں نے جزیرہ پر قبضہ کر لیا جو کہ فوجی اسٹراٹزک کے لحاظ سے بہت اہم جگہ تھی لیکن یہاں چوہے بہت زیادہ تھے، انہیں ختم کرنے کیلئے انہوں نے آپس میں صلاح ومشورہ کیا تو ایک افیسر نے کہا: یہ ذمہ داری مجھے دیدی جائے۔ اس نے چند چوہے پکڑ کر پنجرے میں بند کر دیئے اور انہیں خوب گوشت کھلایا پھر دوبارہ کچھ چوہے پکڑے اور ان کا گوشت پنجرے والے چوہوں کے سامنے رکھا، پھر کچھ دن تک انہیں بھوکا رکھا جب وہ شدید بھوکے ہو گئے تو انہیں کے سامنے پانچ نئے چوہے چھوڑ دیئے، بھوکے چوہے انہیں چٹ کر گئے کچھ دنوں کے بعد پھر پانچ چوہے چھوڑ دیئے وہ انہیں بھی کھا گئے، جب یہ پالتو چوہے قوی اور چوہے خورین گئے تو انہیں جزیرہ میں چھوڑ دیا اور وہ چوہوں کا شکار کر کے کھانے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے دیکھا کہ چوہے نابود ہو گئے، لیکن گوشت خور چوہے ہٹے کٹے ہو گئے تو انہیں گولیوں سے مار کر ختم کر دیا۔

اس طرح اس جزیرہ میں برطانوی لشکر کی پریشانی ختم ہو گئی

بالکل یہی سیاست برطانیہ نے اسلامی ممالک میں چلی، بعض حکام ایک دوسرے کو کھا جاتے ہیں قریب، قریب والے کو نگل لیتا ہے، ہمسایہ، ہمسایہ سے جنگ کرتا ہے، بازار میں بڑا تاجر چھوٹے کو کھا جاتا ہے اور اسلامی ماحول میں بعض علمار، ان کے پیروکار، پارٹیاں، جماعتیں اپنے مخالف کو فنا کے گھاٹ اتارتی ہیں۔ یا انہیں راستہ سے ہٹا دیتی ہیں جو ان کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن مجید کہتا ہے۔

ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ؟!!

اسی نہج سے رفتہ رفتہ مسلمانوں کی حالت تمام میدانوں میں بدتر ہوتی چلی گئی۔ خصوصاً اسلام اور حیات کے سمجھنے میں وہ بہت پیچھے رہ گئے۔ افسوس ہے کہ آج بعض مسلمان عقل وشعور کے لحاظ سے ناقص نظر آتے ہیں۔ یہاں تک وہ اپنی زندگی سے متعلق امور کو بھی نہیں سمجھ پاتے ہیں۔

بعض غافل لوگوں کا دور

ہم اہل بیت رسولؐ سے محبت کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ہم رسولؐ کی صحیح سنّت اور سیرت تک پہونچ گئے ہیں، اور اسی وجہ سے ہمارا مذہب ہدایت و استقامت کے لحاظ سے سب سے بڑا ضامن ہے۔ اس سے امت پر حاکم نظام کی بنیادیں ہلتی ہیں۔ اسی لئے سب سے زیادہ حملے بھی ہم پر ہوتے ہیں۔ ایک طرف ہم سے مغربی استعمار جنگ کرتا ہے، تو دوسری حکومتیں، جماعتیں اور شخصیتیں لڑتی ہیں، اس جنگ میں فکری و ثقافتی محاذ بھی ہیں۔۔ دشمنوں نے ہمارے درمیان خیالی چیزوں کو پھیلا دیا ہے ہمارے بیچ منحرف و جوشیلے گروپ بنا دیئے ہیں، تا کہ ایک طرف ہماری نظروں میں اہل بیتؑ کی آئیڈیالوجی کو بگاڑ دیں اور دوسری ہمیں ہمارے سنی بھائیوں کی نظروں میں منفور بنا سکیں۔ پھر گروہوں کی اس آپسی قتل و غارت گری سے فائدہ اٹھائیں

جیساکہ میں کہہ چکا ہوں کہ ان کا اصلی مقصد مسلمان انسان کے اندر کی اس طاقت کو برباد کرنا ہے جو فکر و معرفت کے نام سے پہچانی جاتی ہے کیونکہ جب فکر کا توازن بگڑ جائے گا، معرفت فاسد ہو جائے گی اور ثقافت میں کجی پیدا ہو جائیگی تو پھر انسان خود بخود غلط راستہ پر لگ جائیگا اور شک و شبہات میں مبتلا ہو کر فتنہ کا مرتکب ہوگا۔

مثلاً ایک شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہے، صرف اس بنا پر کہ وہ اہل بیتؑ سے محبت کرتا ہے اور اس محبت کی وجہ سے، برائیوں کا ارتکاب اور شراب خوری سے اس کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اس خیال سے وہ گناہوں کی دلدل میں دھنس جائے گا اور ان کے گناہوں کو شیطان ان کی نگاہوں میں اچھا بنا دے گا، وہ یہ تصور کرنے لگتا ہے کہ میں اہل بیتؑ کی شفاعت کے ذریعہ جنت میں چلا جاؤں گا! اسی چیز کو کجروی و انحراف کہتے ہیں. کیونکہ فکر ہی انسان کی طاقت پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس کے کام کو اپنے رنگ میں رنگ لیتی ہے جیسی فکر ہوگی ویسے ہی انسان کے حرکات و سکنات ہوں گے۔

یہاں سے جامد وقہری تدین اور متحرک و پیغامی تدین کا فرق بھی واضح ہو جاتا ہے۔ اس لئے استعمار نے عموماً مسلمانوں کی اور خصوصاً شیعوں کی فکر کو برباد کرنے پر زور دیا اور وسیع پیمانہ پر آجتک ثقافتی حملہ کرتا چلا آ رہا ہے

گمراہوں کا دور

برطانیہ کا جاسوس مسٹر ہمفرے سنہ ۱۷۱۰ء سے اسلامی ممالک میں گھوم رہا تھا سنہ ۱۱۴۳ھ میں محمد بن عبدالوہاب سے اس کی ملاقات ہوئی رفتہ رفتہ ان کی قربت حاصل کی اور ان کے سامنے تخریبی افکار پیش کئے، اس شخص نے انہیں اسلام کے رنگ میں پیش کیا، اس طرح مسلمانوں کے درمیان وہابیت پیدا ہو گئی، تاکہ ان کے لئے دینی خنجر اور اختلاف و فتنوں کا سرچشمہ بن جائے۔

فلسطین، مسلمانوں کے ملک میں صہیونیت کے سیاسی خنجر کے مانند وجود پاتے ہی وہابیت نے مسلمانوں کے مذاہب اربعہ سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ لیکن پہلے انہوں نے شیعہ مسلمانوں کو اپنا نشانہ بنایا[1]

---

1. ملاحظہ فرمائیں، محمد بن عبدالوہاب کی کتاب "کشف الشبہات"، "کتاب الایمان والاسلام"، ص ۴۴۔ طبع استامبول سنہ ۱۹۸۶ء اسمیں آپکو محمد بن عبدالوہاب کا وہ فتوی مل جائیگا جس میں مسلمانوں کا خون مباح اور انکے مال کو غنیمت قرار دیا ہے۔

جو خدمتیں اسلام دشمن طاقتوں نے وہابیت سے حاصل کرنا چاہی تھیں ان میں یہ سب سے بڑی خدمت تھی ، اے کاش ذہین جوان اور وہابیت کا اتباع کرنے والے تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور وہابیت کے وجود میں آنے کے سلسلہ میں پہلی کتابوں اور رسالوں کا مطالعہ کرتے کیونکہ روز قیامت خداوند عالم حقیقی معرفت سے انحراف کے بارے میں ایسے رکیک عذر قبول نہیں کرے گا ، کہ ہمارے پاس کتابیں پڑھنے کا وقت نہیں تھا ، کتابیں کم تھیں یا کتابوں کے لئے سرمایہ کم تھا ۔

برادران دینی ! اللہ سے خلوص کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تاکہ ہمارے افکار و خیال اور مسلک سلامت و محفوظ رہیں اور ہم اپنے امور میں خسارہ نہ اٹھائیں اور جہنم میں نہ جائیں اور ایسا اسی وقت ممکن ہے جب ہم عصبیت چھوڑ دیں اور مفاد پرستی اور مادیات سے الگ ہو جائیں ۔

ماحول سے متاثر نہ ہوں سوچے سمجھے بغیر کسی چیز کو قبول نہ کریں کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ہمیشہ ایسے افکار رہے ہیں جو حق و باطل سے خلط ملط ہیں اور اسلام کے نام سے بہت سے غلط مفاہیم ان کے ذہنوں میں بٹھائے گئے ہیں تاکہ وہ تہذیب میں آگے نہ بڑھ سکیں اور ان میں تحرک کا جذبہ نہ رہے ، یہ بہت پرانہ حربہ ہے جس کو یہودی اور نصاریٰ اور ان کے ہتھکنڈے مسلمانوں کی ثروت پر اپنا قبضہ جمانے کیلئے استعمال کرتے ہیں ۔

اس سے انہوں نے ملت اسلامیہ کو پیچھے چھوڑ دیا اور خود آگے نکل گئے ۔

ہمارے درمیان کچھ غلط افکار پیدا ہو گئے ہیں اور انہیں ان لوگوں نے اسی طرح قبول کر لیا جس طرح سعی اور کا ، کے عوض والے معجزہ کو قبول کرتے ہیں ، یا امام مھدیؑ کے ظہور کا انتظار ، یعنی تمام امور کا چھوڑ دینا ہے ۔

اسی طرح کچھ غلط افکار اہل سنت میں بھی پیدا ہو گئے ہیں ، چنانچہ جس طرح ان کے لئے روشن فکر علماء پر ان کی ہدایت کرنا واجب ہے ، اسی طرح ہمارے اوپر یہ واجب ہے کہ غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں سے کہیں کہ انتظار کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ہم مثلاً ۔ شرعی ذمہ داریوں کو قبول کریں اور اپنے خدائی فرائض کو انجام دیں ۔ جیسا کہ ہم سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے ۔ کہ یہ زمانۂ ظہور اور عالمی عدالت میں شریک ہونے کیلئے تمہید ہے ۔

تیسرا حصہ

معصوم کی زندگی میں غیب کا مفہوم
اور ہماری زندگی میں اسکا اثر

انبیاء واوصیاء کی شخصیت کے دو پہلو

رسول اکرمؐ اور اہل بیتؑ کی شخصیت کے دو پہلو ہیں۔
۱۔ آسمانی ۲۔ بشری، اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ جب خداوند عالم لوگوں تک اپنا پیغام پہونچانے کے لئے کسی نبی یا وصی کو منتخب کرتا ہے تو تو اس وقت انہیں کچھ چیزیں عطا کرتا ہے جنکے ذریعہ وہ تمام لوگوں سے بلند ہوتے ہیں۔ بغیر فوقیت کے وہ انکی قیادت ورہنمائی نہیں کرسکتے چنانچہ پروردگار نے اپنے انبیاء خصوصاً محمد مصطفےٰؐ اور ان کے اہل بیت کو یہ چیزیں عطا کی ہیں، یہی اعجاز واختراق کی طاقت ہے جو بشریت کے امکان سے باہر ہے۔

ان اولیاء کی شخصیت کا دوسرا پہلوان کی بشری عظمت سے مربوط ہے ، یہ پہلو عبارت ہے ان صفات سے جن میں وہ بشر کی مانند ، ہم ہی جیسے ہیں۔ لیکن ایک تفوق کے ذریعہ منفرد ہوتے ہیں ، جیسا کہ اسکے مصادیق تاریخ میں مرقوم ہیں۔ خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کو مخاطب کر کے فرمایا:

قل انما بشر مثلکم یوحی الیّ [1] !..

رسولؐ اور ائمہؑ کی شخصیت میں ان دو پہلوؤں کا اعتقاد ، وحی سے قطع نظر ، کہ وہ منصب نبوت سے مخصوص ہے۔ ہمیں شرعی تکالیف میں ان کی تاسی و پیروی کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ شرعی امور کو چھوڑنا اور اسے معصومینؑ کے پہلے جنبہ سے بدلنا جائز نہیں ہے ، اسمیں بعض شیعہ حضرات نے چند خطبار کی پیروی کرتے ہوئے افراط سے کام لیا ہے۔

اس تصور کو ختم کرنے کیلئے رسولؐ اور آپؐ کے اہل بیتؑ نے قول و عمل کا سہارا لیا ہے۔ درج ذیل دو قصوں میں غور فرمائیں۔

[2] ایک یہودی ہر روز آپؐ کے راستہ میں کوڑا کرکٹ ڈالتا تھا ، اور رسولؐ سے اس کا کوئی رد عمل نہیں دیکھتا تھا ، آپؐ شریفانہ بچ کر نکل جاتے ہیں۔

---

[1] سورۂ کہف : ۱۱۰ [2] قصص الابرار۔ مولفہ شہید آیۃ اللہ مطہری۔

ایک روز رسولؐ نے دیکھا کہ وہ یہودی غائب ہے، کسی سے معلوم کیا کہ آج وہ کہاں ہے؟ بتایا گیا کہ وہ مریض ہے، رسولؐ اس کی احوال پرسی اور عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سے یہودی کو شرمندگی ہوئی اور وہ فوراً اسلمان ہوگیا۔

ایک شخص امام زین العابدینؑ کی خدمت میں آیا اور آپؑ کو آپؑ کے اصحاب کے سامنے ہی برا بھلا کہنے لگا، لیکن امام زین العابدینؑ خاموش رہے۔ جب وہ چلا گیا تو آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس شخص نے جو کہا وہ تم لوگوں نے سنا، میں چاہتا ہوں اب تم میرے ساتھ چلو تاکہ میرا ردعمل دیکھ سکو۔ انہوں نے کہا ہم چلتے ہیں، بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں جیسی ناروا باتیں اس نے کہی ہیں آپؑ بھی اسے کہیں، آپؑ یہ آیت پڑھتے ہوئے۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ روانہ ہوئے۔ جب اس کے گھر پہونچے اور اسے آواز دی تو وہ آگ بگولہ نکلا۔ بیشک امامؑ اس کی باتوں کو رد کرنے کے لئے آئے تھے۔ آپؑ نے فرمایا: اے بھائی ابھی تھوڑی دیر پہلے جو باتیں تم نے مجھے کہی تھیں اگر وہ میرے اندر ہیں تو میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں اور اگر وہ باتیں مجھ میں نہیں ہیں تو خدا تمہیں معاف کرے۔

یہ سن کر اس نے آپؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا: جو میں نے آپؑ کے بارے میں کہا وہ آپؑ میں نہیں بلکہ مجھ میں ہے۔[1]

ان دونوں معصوموں کے اس طرز سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اپنے فضائل بشری جنبہ کے ذریعہ سے سکھانا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان میں لوگ ان کی تاسی و پیروی کر سکیں۔ اگر وہ آسمانی پہلو سے کام لیتے تو بشر پر اپنی تاسی کا باب بند کر دیتے۔ کیونکہ بشر انبیاء کے آسمانی جنبہ میں ان کی تاسی نہیں کر سکتا۔ واضح رہے کہ ان کا بشری پہلو بھی آسمانی پہلو ہی کا نتیجہ ہے۔

معصومینؑ کے اصحاب میں ہمیں مالک اشتر نظر آتے ہیں، مالک اشتر حضرت علیؑ کی خلافت کے زمانہ میں آپؑ کے وزیر دفاع کی حیثیت رکھتے تھے۔

ایک روز وہ ایک عام آدمی کی طرح کوفہ کے بازار سے گذر رہے تھے ایک مسخرہ نے آپؑ پر کوڑہ کرکٹ ڈال دیا تاکہ اس سے لوگوں کو ہنسائے کوڑا ڈالنے والا یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کون ہے، جب مالک اشتر کسی ردّعمل کا اظہار کئے بغیر چلے گئے تو ایک آدمی نے اس مسخرہ کے کان میں سرگوشی کی: کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟

---

1 مناقب آل ابی طالب ج ۲۔ حالات امام زین العابدینؑ۔

کہا : نہیں

کہا یہ مالک اشتر ہے !

یہ سن کر اس کا جوڑ جوڑ کانپنے لگا ، معذرت خواہی کے لئے مالک اشتر کے پیچھے دوڑا ، چنانچہ مسجد کے دروازہ کے پاس آپ تک پہونچ گیا اور معذرت کرنے لگا۔ مالک اشتر نے کہا : میں اسلئے مسجد آیا ہوں تاکہ تمہارے لئے استغفار کروں !

اگر مالک اشتر کے بجائے کوئی منصب کا لالچی ہوتا تو اس شخص کو سزا دیتا ، مالک اشتر حضرت علیؑ کے تربیت کردہ ہیں ، مالک معصوم نہیں ہیں ، لیکن اسلامی اخلاق کے پابند ہیں۔ اس اخلاق سے ہر انسان آراستہ ہوسکتا ہے بشرطیکہ اسے اہمیت دے کیونکہ اسلامی اخلاق بشری پہلو ہے اس کو شعور وارادہ سے اختیار کیا جاسکتا ہے۔

بعض اشخاص کہتے ہیں کہ مالک اشتر حضرت علیؑ سے قریب تھے ، ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے ، ہمارے اور آپؑ کے درمیان طویل فاصلہ ہے ہم اس اخلاق کا التزام نہیں کرسکتے ؟ یہ لوگوں کی بہانہ بازی ہے۔

---

۱ قصص الابرار : مولفہ آیۃ اللہ شہید مطہری۔

رسول ص اور ائمہ معصومین ع کی واضح احادیث ہر ایک کی دسترس میں ہیں، ہر زمانہ میں بعض لوگوں نے رسول ص اور آئمہ ع کے فرمان کے مطابق ان کے بشری پہلو کو اختیار کیا۔

بشری پہلو میں ائمہ معصومین ع کے اخلاق کے مطابق عمل کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے بلکہ انہوں نے ہم سے ایسا کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور اپنے عمل کی مخالفت سے منع کیا ہے. حضرت علی ع فرماتے ہیں: پرہیزگاروں کی کچھ علامات ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ پہچانے جاتے ہیں: سچ بولتے ہیں، امانت کی ادائیگی، وفائے عہد، بخل سے بری، صلۂ رحم، ناتواں لوگوں سے ہمدردی، نیکیوں کی انجام دہی، حسن خلق، علم سے سرشار، ایسے علم کی پیروی جو خدا سے نزدیک کردے، یہی لوگ خوش نصیب ہیں اور ان کا بہترین ٹھکانہ ہے [1]

نیز فرمایا: جو ہمیں دوست رکھتا ہے اسے ہماری سیرت پر عمل کرنا چاہیئے، ورع سے مدد حاصل کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ بہترین چیز ہے جس سے دنیوی واخروی امر میں مدد لی جاسکتی ہے [2]

---

1 مشکواۃ الانوار ص ۱۲۲ 2 بحار الانوار ج ۷ ص ۲۰۷۔

خاص استثنیٰ!

ہاں کچھ رسول ؐ اور ائمہ ؑ کے خاص امور ہیں ، ان میں اپنی تاسی کرنے میں ہمیں مجبور نہیں کرتے ہیں ۔ یہ انہیں سے مخصوص ہے ۔ مثلاً روایت کی گئی ہے کہ جب حضرت علی ؑ بصرہ تشریف لائے تو علاء بن زیاد الحارثی نے آپ ؑ کی دعوت کی ۔ یہ آپ ؑ کے اصحاب میں مالدار ترین آدمی تھے ۔ جب آپ ؑ اس کے گھر میں داخل ہوئے تو اس کے پاس عیش و عشرت کی ایسی چیزیں دیکھیں جو کہ روح اور انسانیت کے لئے خطرہ ہو سکتی تھیں ۔ اس پر حضرت علی ؑ نے اسے نصیحت کی کہ تم دنیوی اور اخروی امور کے اہتمام میں توازن رکھا کرو ۔ علاء نے نصیحت سے متاثر ہو کر کہا : میں آپ ؑ سے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی شکایت کرتا ہوں ۔

فرمایا : اسے کیا ہوا ہے ؟

اس نے عبا پہن لی ہے ، دنیا چھوڑ دی ہے ۔ وہ دنیوی امور

بیوی بچوں کو کا خیال نہیں رکھتے صحرا میں نکل جاتے ہیں اور کافی دنوں تک عبادت کیلئے تنہا رہتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے اسے طلب کیا اور فرمایا کہ یہ زھد و عبادت نہیں ہے بلکہ دنیا و آخرت کے درمیان اعتدال و توازن رکھنا اسلام کا طریقہ ہے۔

اس نے کہا: اے امیرالمومنینؑ آپؑ بھی تو موٹا لباس پہنتے ہیں اور معمولی کھانا تناول فرماتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا تم پر رحم کرے میں تم جیسا نہیں ہوں۔ بیشک خدا نے ائمہؑ حق پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ خوراک و پوشاک کے لحاظ سے اپنی زندگی کو معاشرہ کے کمزور ترین طبقہ کے معیار پر رکھیں تاکہ یہ بات غریب طبقہ کے دکھ کے لئے باعث تسکین ہو سکے [1]

آپؑ نے بصرہ میں اپنے حاکم کو لکھا: آگاہ ہو جاؤ کہ ہر ماموم کا ایک امام ہوتا ہے جس کی وہ اقتدا کرتا ہے اور اسکے نور علم سے روشنی حاصل کرتا ہے اور تمہارے امام نے اپنی دنیا سے صرف پرانا لباس اور کھانے کیلئے دو روٹیاں لی ہیں... تم ایسا تو نہیں کر سکتے لیکن ورع و کوشش اور عفت و استواری سے میری مدد کرو [2]

---

[1] نہج البلاغہ؛ بصرہ میں آپکی تقریر۔ [2] نہج البلاغہ، عثمان بن حنیف کے نام خط

مومنین کی زندگی میں آسمانی مدد

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسولؐ اور آپ کے اہل بیتؑ کی شخصیت کے آسمانی پہلو کا اثر براہ راست ہماری زندگی پر ہوتا ہے لیکن اس وقت کہ جب ہم اپنے نفوس میں اس کے لئے زمین ہموار کر لیتے ہیں مثلاً اس شخص کی دعا مستجاب ہوتی ہے جو اپنے نفس میں اس کے شرائط پورے کر لیتا ہے۔ اور جس چیز کو خدا سے تہ دل اور خلوص سے طلب کر رہا ہے اسمیں اسکے لئے حقیقی مصلحت بھی ہو۔

مثلاً واقعۂ بدر کو دیکھئے وطن سے نکالے ہوئے قلیل مسلمانوں کی فتح اور شرپسند ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ خدا نے مسلمانوں میں طاعت، اخلاص و انضباط اور حق پر مر مٹنے کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔

اس حقیقت کو قرآن مجید ہمارے سامنے یوں بیان کرتا ہے:

یقیناً خدا نے بدر میں اس وقت تمہاری مدد کی جب تم کمزور تھے
بس اللہ سے ڈرو ! شاید تم شکر گذار بن جاؤ۔ جب آپ
مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے
کہ خدا تین ہزار فرشتوں کو نازل کر کے تمہاری مدد کرے۔
یقیناً اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے اور اگر دشمن
تم پر فی الفور آجائیں گے تو خدا پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعہ
تمہاری مدد کرے گا۔ جن پر بہادری کے نشان لگے ہوئے
ہوں گے۔ اور اس امداد کو خدا نے تمہارے لئے بشارت
اور اطمینان قلب کا سامان قرار دیا ہے اور مدد تو ہمیشہ عزت و
حکمت والے خدا ہی کی طرف سے ہوئی ہے۔ تاکہ کافروں کے
ایک حصہ کا صفایا کر دے یا رسوا کر دے کہ وہ ذلیل ہو کر واپس
پلٹ جائیں [1]

اور جب احد میں یہ آسمانی مدد اور غیبی لشکر نہ آئے تو مسلمانوں کی
شکست ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں سے مدد کے شرائط خواہشات کی
بنا پر سلب ہو گئے تھے۔

---

[1] سورۂ آل عمران : ۱۲۷۔

اطاعت کی جگہ، ان میں مخالفت اور انضباط کی جگہ انفرادی فکر پیدا ہو گئی تھی، خدا سے اخلاص کی جگہ دنیا پرستی اور مال غنیمت کی طمع نے لی تھی، ذاتی مفاد کے فکر میں پڑ گئے تھے!!!

اور یہی چیزیں معاویہ بن ابی سفیان سے مقابلہ کے وقت حضرت علیؑ، اور آپؑ کے فرزند امام حسنؑ کے اصحاب میں پیدا ہو گئی تھیں۔ چنانچہ واقعۂ صفین میں فوجی کامیابی کے بعد حق والوں کو اسلئے شکست ہوئی کہ انہوں نے راحت طلبی اور بعض نے خود کو معاویہ کے سکوں پر بیچ دیا، بعض نے اس اسلام سے جہالت کی بنا پر خدائی رہبری سے سرکشی کی تھی جو کہ حضرت علی کے ہاتھ میں تھی اور یہ سرکشی کرنے والے جہالت کے مارے اور سادہ لوح بیوقوف زاہد تھے، انہوں نے علیؑ پر خروج کر کے حق کی کمر توڑ دی تھی۔ اسی لئے تاریخ میں انہیں خوارج کا نام دیا گیا۔

بہرحال آسمانی پہلو کا ہماری زندگی میں، بشری پہلو پر اثر ہوتا ہے اور امکانی غیبی طاقت سے معجزہ، کرامات دکھائی جا سکتی ہیں۔ اور دعائیں قبول ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس کے شرائط کے ساتھ۔ طاعت خدا اور تقویٰ کی پابندی اس کے اہم شرائط میں سے ہیں۔ ان کے بغیر ہماری دعائیں آسمان تک نہیں پہونچتی ہیں۔

چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: **ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔**

بیشک خدا اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا ہے جب تک کہ وہ خود نہیں بدلتی [1]

نیز حضرت علیؑ کا ارشاد ہے: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑو! ورنہ تمہارے برے تم پر غالب آجائیں گے پھر تم دعا مانگو، تو قبول نہ ہوگی [2]

بس انسان جتنے شرائط اپنے اندر سمیٹ لے گا اسی لحاظ سے اس کی دعا مستجاب ہوگی اور عتبات میں خدا کے اولیاء سے اس کے لئے کرامات وجود میں آئیں گی۔

اور شرائط کے بغیر نہ دعا قبول ہوں گی اور نہ ہی کرامات ظاہر ہوں گی۔ بلکہ وہ ابتلا اور امتحان سے دوچار ہوگا یہاں تک کہ انسان سمجھ جائے اور شرائط کی پابندی کرنے لگے۔

---

[1] سورۂ رعد آیت: ۱۱ [2] الدلیل علی موضوعات نہج البلاغہ ص ۳۵۷۔

مرثیہ

دوستو!

ہماری گفتگو کا وقت ختم ہو رہا ہے، اجازت دیجئے کہ ہم یہاں سے اٹھنے سے قبل ایک اہم حقیقت بیان کر دیں۔

یہاں اس واقعہ کا سرسری جائزہ لینا مقصود ہے جیسے بعض خطبا بیان کرتے ہیں، یہ تحقیق کا محتاج ہے۔ دراصل یہ تاریخی مورخین کے ذہن کی پیداوار ہے۔ خاص طور سے عاشور کے مصائب کے سلسلہ میں جو بعض شعرا نے تصور کیا ہے، اس سے وجود میں آیا ہے۔ انہوں نے امام حسینؑ اور آپؐ کے اہل بیتؑ اور آپ کے اصحاب کو اپنے ذاتی تصورات کے آئینہ میں دیکھا ہے۔ درحقیقت وہ اپنے میلان اور کسر نفسی کو بیان کرتے ہیں۔ جبکہ کربلا کے شیران سب سے زیادہ شجاع، ثابت قدم اور جیالے تھے۔ جنہیں تاریخ بشری نے بیان کیا ہے۔

چنانچہ ایک کوتاہ فکر سودادی شاعر یہ خیال کرتا ہے کہ معرکۂ کربلا میں جو لوگ امام حسینؑ کے ساتھ تھے وہ شکست حال، کمزور اور مشکلوں میں گھرے ہوئے

تھے، نجات حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن کوئی راستہ نہ ملا، ایک قطرہ پانی مانگا وہ بھی نہ دیا گیا، ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہاں جائیں۔ کون سا دروازہ کھٹکھٹائیں اس طرح وہ ایسے ظلم کا نشانہ بنیں جس سے دل تڑپتا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں، جو ان پر گریہ کرے گا اسے اجر دیا جائے گا۔

کربلا میں خدا کے شیروں کی جس طرح وہ ہمارے سامنے تصویر کشی کرتے ہیں اس طرح وہ امام حسینؑ کی عظمت گھٹاتے ہیں اور ان کی منزلت کم کرتے ہیں یہانتک کہ آپ کو لاچار نرغہ میں گھرے ہوئے کمزور انسان کی طرح پیش کرتے ہیں جو قطرہ بھر پانی کا محتاج ہوتا ہے۔

ان اوہام کی وجہ سے، کہ جنہیں دشمنوں نے گڑھا ہے اور بعض جاہل خطیبوں نے نقل کیا ہے، ہم امام حسینؑ اور آپ کے بلند مقاصد سے صحیح معنی میں فائدہ حاصل نہ کرسکے، جن کے واقعہ سے ہم مدرسۂ حریت کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔ جن کی قربانی بشریت کی نجات کا راز بن سکتی ہے، جو ہمیں ابدی سعادت سے ہمکنار کرسکتے ہیں ان سے ہمیں نقصان پہونچے! - معاذ اللہ - جس حسینؑ نے ہمیں انسانی اقدار کا درس دیا، جس نے ہمیں عزت نفس کا درس دیا۔ امام حسینؑ پر گریہ کرنے سے قبل ہمیں اس خسارت پر آنسو بہانا چاہئے۔

یہ عظیم مصیبت ہے، یہ حسین کو بھی رلاتی ہے۔ میرے خیال میں یہ مسئلہ بھی انہیں مقدسات میں سے ایک ہے جنہیں بھلا دیا گیا ہے۔

آیئے ہم کوفہ چلیں اور دیکھیں کہ امام حسینؑ کی اور دیگر صالح لوگوں کی شہادت کے بعد اسیری کی حالت میں اہل بیتؑ کی عورتوں اور یتیموں کا کیا موقف ہے۔

دردناک مصائب سے گذرنے کے باوجود، ان کا موقف بلند و عظیم، تقریریں بے باکانہ، وہ مصائب سے بے پروا اور شہداء کی طرف سے مطمئن ہیں۔ اور امام حسینؑ کے ساتھ ہو جانے میں وہ نادم نہیں ہیں اور نہ اسیری کی حالت پر گریہ کناں کیونکہ ان کے دوش پر کربلا میں ظالموں کے ہاتھ بہہ جانے والے خون کی پیغام رسانی اور انکار حسینی کی گونج اور عزت زینبؑ کی ذمہ داری ہے عقیلۂ بنی ہاشم حسینؑ کی بہن جناب زینبؑ کا کردار ملاحظہ کیجئے! آپؑ بزدل کوفیوں کے آنسوؤں سے متاثر نہیں ہوئیں بلکہ اسیری کی حالت میں اس طرح خطبہ شروع کیا:

تمام تعریفیں اللہ سے مخصوص ہیں: صلوات ہو محمدؐ و آل محمدؐ پر۔ کوفہ والو! اے مکّار و خیانت کار لوگو! کیا روتے ہو؟ خدا کرے تمہاری آنکھوں سے کبھی آنسوؤں کا سیلاب نہ رُکے اور تمہارے نالوں کا سلسلہ نہ ٹوٹے۔ تمہاری مثال ایسی عورت

کی سی ہے جس نے اپنا سوت کات کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہو۔

کیا روتے اور گڑگڑاتے ہو؟ خدا کی قسم تمہیں گریہ ہی کرنا چاہیئے۔ تم اسی لائق ہو کہ ہنسو! کم روؤ زیادہ! جو ذلت اور رسوائی تم نے اپنے لئے فراہم کی ہے اس پر کیوں نہ روؤ گے؟ جو داغ تمہارے دامن پر لگ گیا ہے اسے تم ہرگز نہ دھو سکو گے، فرزند رسولؐ اور جوانانِ جنت کے سردار کو قتل کرنے سے بڑھکر اور کیا رسوائی ہو گی؟

کوفہ والو! خدا تمہیں غارت کرے، تم جانتے ہو کہ تم نے رسولؐ کے کس پارہ جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔ اور ان کی بیٹیوں کو سرِ عام لائے ہو، تم نے کس کا خون بہایا ہے اور کس کی عزت کو پامال کیا ہے... کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ آسمان سے زمین پر خون برس رہا ہے۔ لیکن عذاب قیامت اس سے کہیں دردناک ہو گا۔ اور کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ اگر تمہارے کئے ہوئے ظلم پر خدا ابھی عذاب نازل نہیں کر رہا ہے تو تم خود کو اس سے محفوظ نہ سمجھو کیونکہ خدا فوراً سزا نہیں دیتا ہے۔

لیکن مظلوموں کے خون کا انتقام لئے بغیر نہیں چھوڑتا ہے۔ تمہارا پروردگار گھات میں ہے[1]

جب جناب زینبؑ انصار اور شہدا کی عورتوں کے حلقہ میں اسیروں اور بچوں کے ساتھ ابن زیاد ایسے سرکش کے دربار میں پہونچیں تو تمام عورتوں سے ابن زیاد پوچھتا ہے کہ یہ عورت کون ہے؟ اسے ذلیل کرنے کی خاطر کسی نے جواب نہ دیا۔ حالانکہ ابن زیاد آپ کو جانتا تھا۔ دوبارہ پوچھا تو زینبؑ کی ایک کنیز نے جواب دیا: یہ زینبؑ بنت علی بن ابی طالب ہیں۔

ابن زیاد نے سب وشتم کے انداز میں آپکو مخاطب کیا:

شکر ہے اس خدا کا جس نے تمہیں قتل ورسوا کیا اور تمہارے فسانہ کو جھٹلایا۔

خدا پر یقین وایمان رکھنے والی، خدا کی قضا وفیصلہ پر صابر، اپنے مقاصد سے مطمئن زینبؑ نے جواب دیا:

تمام تعریفات اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے رسولؐ کے ذریعہ عزت وکرامت عطا کی اور ہمیں رجس و کثافت سے پاک رکھا۔

---

[1] مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۴۔

صرف فاسق ذلیل ہوتا ہے اور فاجر و بدکار جھوٹ بولتا ہے ،
الحمدللہ کہ ہم ان میں سے نہیں ہیں وہ غیر ہیں ۔
ابن زیاد نے کہا: دیکھا خدا نے تمہارے اہل بیتؑ کے ساتھ کیا کیا ؟
کربلاؑ کی شیر دل خاتون نے جواب دیا : یہ لوگ وہ تھے خدا نے جن کے لئے شہادت مقدر کردی تھی چنانچہ وہ فراخدلی سے اپنی آرامگاہ کی طرف چلے گئے ۔ عنقریب خدا تجھے اور انہیں جمع کرے گا ۔ کیا تم اس کے سامنے حجت کروگے اور اس کی بارگاہ میں جھگڑوگے ؟ 1
اس موقف پر غور کیجئے ، یہ اسیری کی حالت میں ایک عورت ہے ، جس نے بے پناہ مصائب اٹھائے ہیں لیکن روحانی بلندی اور شمشیر براں جیسے کلمات سے لشکری فتح پانے والے کا مقابلہ کرتی ہے ۔
شکست کہاں ... وہ ہزیمت اور ذلت کہاں ۔ جیسے بعض شعراء اپنے نفس کی کمزوری کی بنا پر بیان کرتے ہیں ۔ اور بعض خطباء سمجھے بغیر

---

1 ارشاد شیخ مفید ص ۲۴۴ ۔

پڑھتے ہیں ؟! اے کاش وہ حسینؑ کے بارے میں حقیقی عواطف سے حقائق بیان کرتے ۔

امام زین العابدینؑ کا موقف ملاحظہ کیجئے کہ جو طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے اسیر ہیں ان سے وہ ظالم پوچھتا ہے تم کون ہو ؟

جواب دیتے ہیں علی بن الحسینؑ ہوں

ابن زیاد کہتا ہے کیا علی بن الحسینؑ کو اللہ نے قتل نہیں کیا ؟

فرمایا : وہ میرا بھائی تھے جسے علیؑ کہتے تھے انہیں لوگوں نے قتل کیا ہے ۔

ابن زیاد کہتا ہے : بلکہ انہیں اللہ نے قتل کیا ہے ۔

امام زین العابدینؑ اس آیت کی تلاوت فرماتے ہیں : اللہ یتوفی الانفس حین موتھا ۔

امام زین العابدینؑ نے اپنے اس ٹھوس موقف سے ابن زیاد کی چولیں ہلا دیں ، اسنے چلا کر کہا اسکی گردن مار دو !

زینب اپنے بھتیجہ سے لپٹ گئیں اور کہا :

ابن زیاد تیرے لئے ہمارا اتنا ہی خون کافی ہے ، خدا کی قسم میں ان سے جدا نہ ہوں گی ۔

اگر تو انہیں قتل کریگا تو ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر !

دربار میں سربرآوردہ اور باحیثیت لوگ موجود تھے ... ان میں رسولؐ کے سن رسیدہ صحابی زید بن ارقم بھی موجود تھے۔ ابن زیاد امام حسینؑ کے سر کے قریب آیا اور فتح و کامیابی پر خوش ہوتے ہوئے اس نے امام حسینؑ کے لبوں کو چھڑی سے ادھر ادھر کیا۔ شاید دیگر سرکشوں کی طرح وہ اس وقت نشہ میں تھا۔ زید بن ارقم نے چلا کر کہا: ان لبوں سے چھڑی ہٹا لے قسم اس خدا کی، جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے رسولؐ کو ان لبوں کا بوسہ لیتے ہوئے بارہا دیکھا ہے۔ اس کے بعد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ابن زیاد نے ان سے کہا: خدا تمہیں رلائے کیا تم خدا کی فتح پر رو رہے ہو؟ اگر تم ضعیف نہ ہوتے، تمہاری عقل زائل نہ ہو گئی ہوتی تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔

زید بن ارقم کو غیظ آ گیا۔ دربار سے باہر آئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آنکھوں میں رسولؐ کی تصویر مجسم تھی، جو حسینؑ کو آغوش میں لئے ہوئے تھے، اپنے سینے پر لٹائے ہوئے تھے، زید لوگوں سے کہہ رہے تھے۔ عرب والو! آج سے تم غلام بن گئے۔

---

۱ ارشاد شیخ مفید ص ۲۴۴۔

تم نے فرزند فاطمہؑ کو شہید کر دیا اور ابن مرجانہ کو امیر بنا لیا، وہ تمہارے نیک افراد کو قتل کریگا، شرپسندوں کو آزادی دیگا، تم ذلت پر راضی ہو گئے، ہلاکت ہے ذلت پر راضی ہونے والے کیلئے ![1]

آہ! میں نہیں جانتا کہ اس مجلس میں اپنے فرزند حسینؑ کا سر دیکھنے کے لئے فاطمہؑ کی روح بھی موجود تھی جو جناب زینبؑ کی صورت میں جلوہ گر تھی؟

اس لرزہ براندام کر دینے والی کیفیت کو ایک شاعر نے فاطمہؑ کی زبانی ۔ ماں کی زبان سے جو اپنے شہید بیٹے سے مخاطب ہے۔ اس طرح بیان کیا ہے:

اے خون میں نہائے ہوئے شیر
میں تیرے بریدہ سر کے فدا
تمہاری ماں تم پر فدا
تمہاری آنکھوں سے بہتے ہوئے اشکوں پر فدا
تمہارا سر ہے یہاں
کربلا میں تمہارا تن ہے پڑا
میری سمجھ میں نہیں آتا۔

---

1. تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۹۔

یہاں میں تمہارے سر کو روؤں
یا کربلا میں تمہاری لاش پر گریہ کروں
اے پیاسے شیر
تمہارا کوئی مددگار نہ ہوا
کیوںؑ بتاؤ ذرا
تمہارے انصار کیا ہوئے
قاسم و عباس اور علی اکبرؑ
میرے بیٹا تم پہ روؤں گی میں یوں ہی سدا
تمہاری بہن عقیلہ کا خدا ہی مددگار ہے ![1]

تین روز تک سرزمین کربلا پر شہیدوں کی ریت آلودہ لاشیں ایسے پڑی رہیں۔

امام حسینؑ، اور ابو الفضل العباسؑ اور بنی ہاشم و مددگاروں کی لاشوں کو دفن کرنے کون آتا ؟!

اہل بیتؑ کا دوستدار، قبیلۂ بنی اسد مقتل کی سرزمین سے کچھ فاصلہ پر آباد تھا۔ وہ شہدار کی لاشوں کو دفن کرنے کے لئے آیا اور

---

1. عربی سے ترجمہ۔

امام زین العابدینؑ ۔ جیسا کہ بعض تاریخی کتابوں میں مرقوم ہے ۔ با اعجاز والد کو دفن کرنے آئے ۔ امامؑ کی تجہیز خود امامؑ کرتا ہے تاکہ امامت کے منتقل ہونے پر دلیل بن جائے ۔

بنی اسد والے کہتے ہیں : جب ہم امام حسینؑ کے لئے قبر تیار کر چکے تو امام زین العابدینؑ اُس میں داخل ہوئے ۔ آپ جبتک ہمارے ساتھ رہے روتے رہے ۔ اور فرمایا میرے والد کا جنازہ مجھے دیدو !

ہم نے امامؑ کا جنازہ انہیں دیا ، اور انہوں نے قبر میں رکھا ، لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہم نے سنا کہ آپ چیخ مار کر رو رہے ہیں ۔ ہم نے قبر میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ اپنے لب باپ کی رگوں پر رکھے ہوئے حسینؑ کی کٹی ہوئی گردن کی رگوں کو بوسہ دے رہے ہیں ، کیونکہ سر حسینؑ نہیں تھا جیسے بیٹا آخری رخصت کے وقت بوسہ دیتا پھر امامؑ نے دریافت کیا کوئی اور لاش باقی رہ گئی ہے ؟

بنی اسد والوں نے کہا : ہاں نہر علقمہ کے قریب ٹکڑے ٹکڑے ایک لاش ہے ، ہم ایک طرف سے اٹھاتے ہیں تو دوسری طرف سے گر جاتی ہے ۔

آپؑ تشریف لائے جب قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ چچا عباسؑ کی لاش ہے ۔ روتے ہوئے خود کو لاش پر گرادیا ۔

نادی داعمًاہ داقمر

بنی ہاشماہ !

نجف کے عظیم مرجع دینی مرحوم سید بحرالعلوم سے نقل کیا گیا ہے کہ ان کے زمانہ میں سیلاب آگیا قریب تھا کہ روضۂ عباسؑ کو صدمہ پہونچے ، مومنین سیلاب سے روضہ کو بچانے کے لئے وہاں پہونچے دیکھا کہ حضرت عباسؑ کی قبر کا حجرہ کوتاہ قد انسان کے برابر ہے ۔

لوگوں نے بحرالعلوم سے پوچھا : مشہور تو یہ ہے کہ دراز قد ، خوبصورت اور مضبوط جسم والے تھے اسی لئے آپکو قمر بنی ہاشم کا لقب دیا گیا ہے۔ پھر آپکی قبر کا حجرہ اتنا چھوٹا کیسے ہو گیا ؟!

یہ سن کر بحرالعلوم رو دیئے اور بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔ فرمایا آپکا جسم ٹکڑے ٹکڑے تھا ۔ سر قلم کر لیا گیا تھا لہذا باقیماندہ بدن کے ٹکڑوں کے چھوٹی قبر تیار کی گئی ۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون والعاقبہ للمتقین ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ،

دعائے خاتمہ

الٰهی بحق محمد وانت المحمود، وبحق علی وانت الاعلیٰ، وبحق فاطمة وانت فاطر السموات والارض وبحق الحسن و انت المحسن، وبحق الحسین وانت قدیم الاحسان نسئلك و وندعوك باسم العظیم الاعظم الاعز الاجل الاکرم یا اللہ یا اللہ یا اللہ...

اے اللہ محمدؐ و آل محمدؐ پر ایسی رحمت نازل فرما جو تجھے پسند اور راضی کرنے والی ہو۔

اے اللہ ہمیں علم پر عمل اور اطاعت پر ثابت قدمی عطا کر ہمکو ظالموں کے ہاتھوں میں گرفتار نہ ہونے دے، ہمیں غفلت کی نیند سے بیدار فرما۔ اے اللہ ہمارے حالات بدل دے اور ہمارے دلوں کو روشن کر دے اے ارحم الرحمین اے خیر الغافرین ہمارے گناہوں کو بخش دے۔

اے اللہ ہمارے صالح علماء کی حفاظت فرما، مراجع دینی کی تائید فرما۔ امام زمانہ ؑ کے ظہور میں تعجیل فرما اور ہمیں ان کی رکاب میں جہاد کرنے والا قرار دے۔

شہداء اسلام اور حاضرین کے دنیا سے اٹھ جانیوالے اعزا کی ارواح کے لئے سورۂ فاتحہ کا ثواب ہدیہ فرمائیں۔

اے مسلمانو!

ہر جگہ اور مستقبل کے مسلمانو!

ہر امت کا کوئی رسول ہوتا ہے اور ہر رسولؐ کی کتاب ہوتی ہے، ہم محمدؐ کے امتی ہیں آپؐ کی کتاب قرآن مجید ہے، اور قرآن ہر چیز کو واضح طور پر بیان کرنے والا ہے، یہ ہمارے مقدسات کا نور اور تمام اقدار کا نور ہے۔

آیئے غور کرنے والوں کی طرح اس کا مطالعہ کریں اور مخلصین کی طرح خود کو اس کا عادی بنائیں۔

آیئے ہم ان سب چیزوں کو اپنے سے جدا کر دیں جو اس قرآن کے آئین کے منافی ہیں، جہالت سے الگ کر لیں آپسی لڑائی جھگڑوں سے ہوا اکھڑ جاتی ہے، عصبیت جہالت کی پونجی ہے اور خونریزی وحشیوں کا شعار ہے۔

انسانوں کو ستانے، ڈرانے اور ایذا پہونچانے سے انسانی اقدار ختم ہو جاتی ہیں۔ جھوٹ بولنا شیطان کی صفت ہے، بیہودہ گوئی رذیل لوگوں کا طریقہ ہے، شہوتوں کا اتباع حماقت وجہالت ہے، ظلم ہلاک کرنے والی سواری ہے، فریب کاری خیانت ہے، تفرقہ حماقت ہے، غصہ ہر برائی کی کلید ہے، دھوکہ قدرت خدا کو بھلانا ہے، حسد ایسی آگ ہے جو ایمان کو کھاجاتی ہے، کینہ توزی برے لوگوں کی عادت ہے، سخن چینی فتنہ ہے بدگمانی ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے۔

مذکورہ تمام خصائل قرآن کی صریح آیات کے خلاف ہیں۔ رسولؐ نے ان سے بچنے کی تاکید سے فرماتے ہیں:

بدگمانی سے بچو! کہ یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے، راہ خدا میں بھائی بھائی بن جاؤ، جیساکہ خدا نے تمہیں حکم دیا ہے، ایک دوسرے کو فحش نہ دو، اور نہ ایک دوسرے کی ٹوہ میں رہو، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، آپس میں نزاع نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، قطع تعلق نہ کرو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو کہ حسد ایمان کو اسطرح کھاجاتا ہے جسطرح آگ سوکھی لکڑی کو جلا دیتی ہے۔

ایسی برائیوں سے بچیں جنہیں ہمارے رسولؐ، آپؐ کی امت اور قرآن کی طرف نسبت دی جاتی ہے، ان چیزوں سے بچیں جن سے ہمارے انسانی اقدار برباد ہو جاتے ہیں۔

سے یہ تمام مقدسات کو زندہ کریں، کہ روئے زمین پر یہ خدا کے حرم ہیں۔ قرآن نے ان کے حدود بیان کئے ہیں، ان پر ظلم نہ کرو، ان کے جز بجز نہ کرو خداوند عالم کا ارشاد ہے:

افتومنون ببعض الکتاب و تکفرون فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیاۃ الدنیا و یوم القیامۃ یردون الیٰ اشد العذاب وما اللہ بغافل عما یعلمون [1]

کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور ایک حصہ کا انکار کرتے ہو ایسا کرنے والوں کی سزا یہ ہے وہ دنیوی زندگی میں ذلیل اور قیامت کے دن سخت عذاب کی طرف پلٹا دیئے جائیں گے اور خدا تمہارے کرتوت سے غافل نہیں ہے۔

اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم ان میں سے نہ ہو جائیں اور نہ ان لوگوں میں سے ہو جائیں جن کی شکایت رسولؐ نے کی ہے: قال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا:! رسولؐ نے عرض کی، اے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔

اور نہ ان لوگوں میں سے ہو جائیں جو رسولؐ کے اس قول کے مصداق ہیں

من تعلم القرآن فلم یعمل بہ واثر علیہ حب الدنیا و زینتھا استوجب

---

[1] سورۂ بقرہ: ۸۵۔

سخط اللہ و کان فی الدرجۃ مع الیھود والنصاری الذین ینبذون کتاب اللہ

جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل نہ کیا، حبِّ دنیا اور اس کی زینتوں میں پڑ گیا اس نے خدا کی ناراضگی مول لی اور وہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہو گا جنہوں نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

ایمان والو! جب خدا اور رسولؐ تمہیں زندہ کرنے کے لئے ندا دیں تو لبیک کہو جان لو کہ خدا انسان[1] اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور تم اسکی طرف لوٹ کر جاؤ گے!

جو رسولؐ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے باز رہو! مسلمانو!

کتنا اچھا ہے وہ مسلمان جسے شیطان نے بہکایا اور اس نے اہل کتاب کے مسلک کے لحاظ سے زندگی بسر کی اور پھر اپنے آزاد ضمیر کی ندا پر توبہ اور گذشتہ خطاؤں کی اصلاح کر کے خدا کی طرف لوٹ آیا۔

جو شخص دین اور روز حساب کا عقیدہ نہیں رکھتا اسے اپنی خواہش کے لحاظ سے اتنا آزاد رہنا چاہئے کہ اسے انسان کہا جا سکے۔ جیسا کہ امام حسینؑ نے پاکبازوں کے قاتلوں کو مخاطب کر کے کہا تھا: اگر تمہارے

---

[1] سورۂ فرقان: ۲۰۔

پاس دین نہیں ہے اور نہ تمہیں قیامت کا خوف ہے تو تم اپنی دنیا میں آزاد رہو۔

اور حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر۔ انسانوں۔ کو جنت کی امید نہیں ہے اور نہ جہنم سے ڈرتے ہیں اور نہ ثواب وعذاب کا یقین ہے تو بھی ضروری ہے کہ ہم مکارم اخلاق کو اپنائیں کونکہ یہ کامیابی کا راستہ ہے یا تہذیب یافتہ عقلاء میں سے ہو جائیں جیسا کہ آزاد دنیا میں ہوتا ہے یہی اس کتاب کا پیغام ہے۔ خدا سے صحیح راستہ کی دعا ہے اور دعا کے لئے ہمارے ہاتھ اسی کیطرف اٹھے ہوئے ہیں۔

اے اللہ ہمیں علم سے مالا مال اور حلم سے آراستہ فرما، عاقبت کو سنوار دے، تقویٰ کے ذریعہ عزت عطا فرما، بیشک خداوہ سرپرست ہے جس نے کتاب نازل کی وہی صالحین کا سرپرست ہے، اے اللہ محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما، ہمیں راہ حق کی ہدایت فرما بیشک تو جسے چاہتا ہے راہ حق کی ہدایت فرماتا ہے۔

8062 21/11/02
Acc No.
Section ... Status
مذہب اسلامی
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welfare Trust (R)
Shop No. 11 M.L. Heights,
Mirza Kaleej Baig Road,
Soldier Bazar Karachi-74400, Pakistan

Acc No. 15172 Date 6/1/11
Section ... Status ...
مذہب اسلامی
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

انصاریان پبلیکیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۳۷۱۸۵ـ۱۸۷

قم جمہوری اسلامی ایران

ٹیلی فون نمبر ۷۴۱۷۴۴